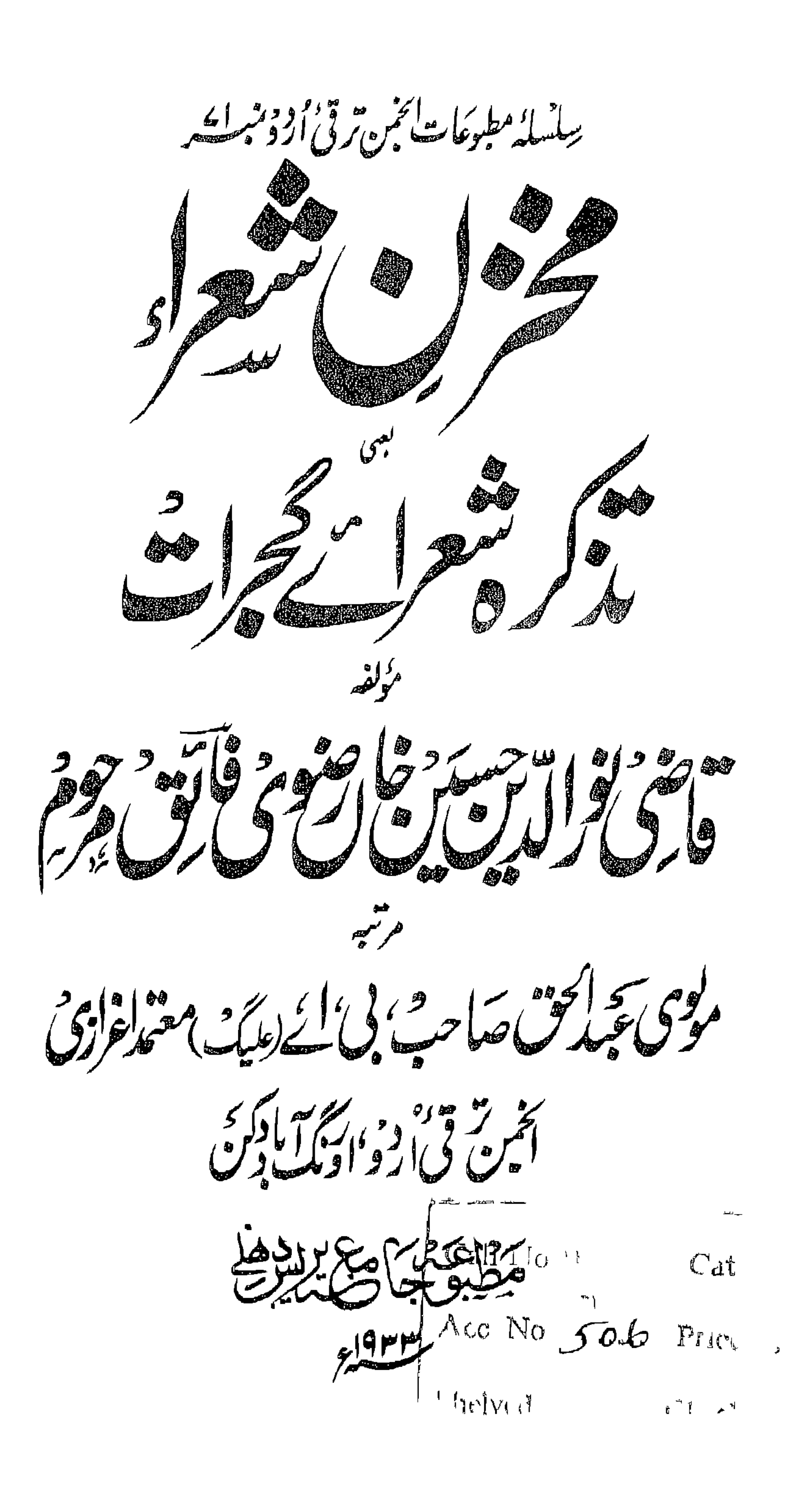


سلسلۂ مطبوعات انجمن ترقی اردو نمبر ۱۷

مخزن شعراء

یعنی

تذکرۂ شعرائے گجرات

مؤلفہ

قاضی نور الدین حسین خاں رضوی فائق مرحوم

مرتبہ

مولوی عبدالحق صاحب، بی اے (علیگ) معتمد اعزازی
انجمن ترقی اردو، اورنگ آباد دکن

مطبوعہ جامع پریس دہلی
۱۹۳۳ء

فہرست

قواعد و ضوابط انجمن ترقی اردو اورنگ آباد (دکن)

(۱) سرپرست وہ ہوں گے جو پانچ ہزار روپے یک مشت یا پانسو روپے سالانہ انجمن کو عطا فرمائیں (ان کو تمام مطبوعات انجمن بلاقیمت اعلیٰ قسم کی جلد کے ساتھ پیش کی جائیں گی)

(۲) معاون وہ ہوں گے جو ایک ہزار روپے یکمشت یا سالانہ سو روپے عطا فرمائیں گے (انجمن کی تمام مطبوعات ان کو بلاقیمت دی جائیں گی۔

(۳) رکن دائمی وہ ہوں گے جو ڈھائی سو روپے یکمشت عطا فرمائیں گے انکو تمام مطبوعات انجمن مجلّد نصف قیمت پر دی جائیں گی

(۴) رکن معمولی انجمن کے مطبوعات کے مستقل خریدار ہوں گے جو اس بات کی اجازت دیں گے کہ انجمن کی مطبوعات طبع ہوتے ہی بغیر دریافت کئے بذریعہ قیمت طلب پارسل ان کی خدمت میں بھیج دی جائیں (ان صاحبوں کو تمام مطبوعات پچیس فیصدی قیمت کم کرکے دیجائیں گی) مطبوعات میں انجمن کے رسالے بھی شامل ہیں۔

(۵) انجمن کی خاص (کتب خانے) وہ ہیں جو انجمن کو یکمشت سوا سو روپیہ یا بارہ روپے سالانہ دیں (انجمن انکو اپنی مطبوعات نصف قیمت پر دیگی)

انجمن ترقی اردو اورنگ آباد دکن

اپنے اُن مہرباں معاونین کی ایک فہرست مرتب کر رہی ہے جو اس بات کی عام اجازت دیں کہ آئندہ جو کتاب انجمن سے شائع ہو وہ بغیر ان سے دوبارہ دریافت کئے تیار ہوتے ہی اُنکی خدمت میں بذریعہ وی پی روانہ کر دیجایا کرے، اصحاب انجمن کے رکن ہو گئے ان کے اسمائے گرامی اس فہرست میں درج کئے جائیں گے اور انجمن سے جو نئی کتاب شائع ہوگی فوراً بغیر دریافت کئے روانہ کر دیجایا کرے گی۔

ہمیں امید ہو کہ ہمارے وہ معاونین جو اردو کی ترقی کے دل سے بہی خواہ ہیں اس اعانت کے دینے میں دریغ نہ فرمائینگے ان معاونین کی خدمت میں کل کتابیں جو آئندہ شائع ہونگی وقتاً فوقتاً چوتھائی قیمت کم کرکے روانہ ہونگی

المشتہر

انجمن ترقی اردو اورنگ آباد (دکن)



سر محمد اقبال کہا کرتے کہ اُردو میں شعر نازل ہی نہیں ہوتے، مگر یہ معلوم اس میں کیا کشش ہے کہ آج نہیں صدیوں پہلے سے اس کی فرمانروائی پنجاب، دوآبے، بہار اور بنگالے ہی پر نہیں گجرات اور دکن تک پہنچ گئی تھی۔ اس تذکرے کے فاضل تقریظ نگار نے صحیح لکھا ہے کہ اس وقت جتنے شعرائے مسلّم ہیں وہ سب ہندی (اُردو) کی طرف مائل ہیں اور فارسی عربی کی بات وہ گرم بازاری نہیں رہی ہے۔ اپنی زبان چھوڑ کر دوسروں کی زبان میں لکھنا گویا اہل زبان کا منہ چڑانا ہے۔ کسی کو کیا پڑی ہے کہ خون جگر کھائے اور "بدشگفتہ" کی تحسین سنے۔ یہ تو وہی مثل ہوئی کہ مرغی اپنی جان سے گئی اور کھانے والے کو مزہ نہ آیا۔ بات یہ ہے کہ اُردو میں ہندی کی بھی شان ہے اور فارسی کی بھی اور یہ بہت بڑی وجہ اس کی عام مقبولیت کی ہے۔ اور سو باتوں کی ایک بات یہ ہے کہ اپنی زبان ہے۔ غیر زبان پر ہزار قدرت ہو اپنی زبان کی سی بات نہیں آتی۔ ہمیشہ غیروں کا محتاج رہنا یہاں تک کہ بولی بھی، پھر اُن کا سا لہجہ بنانا، انھیں کے لفظوں میں سوچنا، انھیں کی طرح خیال ادا کرنا، نقالی اور بے تہی تو ہے ہی بے غیرتی بھی ہے۔ نقالی آخر نقالی ہے اور جدّت کی دشمن یہی وجہ ہے کہ فارسی میں شاعری (یا اردو میں اس کی نقل) کرتے کرتے جدّت کھو بیٹھے۔ کچھ عرصے سے اُردو میں نیا رنگ اور نئی سکت پیدا ہو گئی ہے، اور اب انشاء اللہ الہام بھی اسی میں ہوا کرے گا، اور کوشش کرنے پر بھی غیر زبان میں نہیں ہو گا۔

خطۂ گجرات اپنی خصوصیات کی وجہ سے ہندوستان کے صوبوں میں ممتاز حیثیت

ابتدا سے رہا ہے اور وہاں کے امرا و علما کے علاوہ ہزارہا لشکری اور صناع وغیرہ گجرات میں آکر آباد ہو گئے۔ اور گجرات سلطنتِ دہلی کا بہت ممتاز صوبہ ہو گیا۔ احمد آباد، سورت اور پٹن کے نام ایسے ہی مشہور و معروف ہو گئے جیسے دلی، آگرہ اور الہ آباد وغیرہ کے۔ اس کا اثر وہاں کی معاشرت پر طرح طرح سے پڑا، خاصکر وہاں کی زبان جو بدل کر کچھ کی کچھ ہو گئی۔ یہ بات قابل غور ہے کہ دلی کی حکومت یا اہل دہلی نے جس جس خطے میں قدم رکھا خواہ وہ پنجاب ہو یا گجرات، دکن کے صوبے ہوں یا مدراس وہاں انھوں نے زبان پر اپنا نقش ضرور چھوڑا ہے اور وہ نقش ایسا گہرا ہے کہ اب تک اجاگر نظر آتا ہے۔ اس بارے میں اہل اللہ اور صوفیا کو نہیں بھولنا چاہیے، اُن کے نام اس فہرست میں سب سے پہلے آتے ہیں۔ ان کی یہ خدمت دینی خدمت سے کچھ کم نہیں ہے۔ گجرات میں بھی ہم دیکھتے ہیں کہ ان بزرگوں نے اپنی تعلیم وتلقین کے لیے اُس زبان سے کام لیا ہے جو عوام میں بولی یا سمجھی جاتی تھی۔ چنانچہ حضرت قطب عالم (ولادت ۷۹۰ھ وفات ۸۵۷ھ) و حضرت شاہ عالم (ولادت ۸۱۷ھ وفات ۸۸۰ھ) شیخ بہاء الدین باجن (وفات ۹۱۲ھ) و سلطان شاہ غزنی (وفات ۹۲۲ھ) کے اقوال جو ہندی اور ہندی آمیز اُردو میں ہیں اب تک موجود ہیں۔ ان کے علاوہ شاہ علی جیو گام دھنی (وفات ۹۷۳ھ) کا پورا دیوان موسوم بہ جواہر الاسرار ہندی زبان یعنی قدیم ہندی آمیز اُردو میں اب بھی پایا جاتا ہے اور میاں خوب محمد چشتی (وفات ۱۰۲۳ھ) کی کتاب خوب ترنگ قدیم گجراتی اُردو میں ہے۔ یہ حضرات اپنی زبان کو ہندی، عجمی آمیز گجراتی کہتے تھے۔ جس کے معنے قدیم گجراتی اردو کے ہیں۔ اسی طرح شاہ وجیہہ الدین علوی (وفات ۹۹۸ھ) اور ان کے بھتیجے سید شاہ ہاشم علوی (وفات ۱۰۵۹ھ) کے اقوال بھی اسی زبان میں اُن کے ملفوظات میں پائے جاتے ہیں۔ امین گجراتی نے یوسف زلیخا ۱۱۰۹ھ میں لکھی۔

رکھتا ہے۔ مسلمان سیاحوں اور شاعروں نے اس کی آب و ہوا، حسن و نزاکت، اور صنعت و حرفت کی بیحد تعریف کی ہے۔ مسلمانوں کا تعلق اِس خطّے سے اُس وقت سے ہے جب سلطان محمود غزنوی سومنات کے ارادے سے ملتان ہوتا ہوا نہروالہ پٹن کی نواح میں پہنچا۔ راجا مقابلے کی تاب نہ لاکر فرار ہو گیا۔ پٹن سلطان کے قبضے میں آگیا یہاں سے سامان رسد کا انتظام کرکے سومنات کی طرف روانہ ہوا۔ قطب الدین ایبک نے بھی ایک حملہ نہروالہ (گجرات) پر کیا تھا۔ لیکن اصل تعلق گجرات کا سلطنت دہلی سے علاؤالدین خلجی کے عہد میں ہوا۔ سلطان نے الغ خاں (یا الف خاں) کی سرکردگی میں ایک لشکر فتحِ گجرات کے لئے بھیجا (سنہ ۶۹۶ھ) گجرات فتح ہو گیا، اور اس وقت سے اس خطے پر سلطنت دہلی کی طرف سے ناظم رہنے لگا۔ یہ سلسلہ محمد شاہ بن فیروز شاہ (وفات سنہ ۷۹۶ھ) کے عہد تک جاری رہا۔ اس وقت سلطنت دہلی کی حالت متزلزل ہو رہی تھی بادشاہ نے رعایائے گجرات کی فریاد پر جو ناظم راستی خاں کے مظالم سے تنگ آگئی تھی ظفر خاں مخاطب بہ اعظم ہمایوں بن وجیہ الملک کو ناظم کی تنبیہہ کے لیے روانہ کیا۔ ظفر خاں مظفر و منصور ہوا اور راستی خاں مارا گیا (سنہ ۷۹۳ھ)۔ ابھی یہ گجرات کی انتظامی حالت درست ہی کر رہا تھا کہ بادشاہ کا انتقال ہو گیا۔ سلطنت پہلے ہی سے ضعیف ہو رہی تھی کہ اسی اثنا میں امیر تیمور نازل ہوئے، رہی سہی حالت اور بگڑ گئی، اور تمام ملک میں پریشانی پھیل گئی۔ ظفر خاں جو گجرات میں ناظم کی تنبیہ کے لئے آیا تھا مظفر شاہ کے نام سے خود مختار بن بیٹھا (سنہ ۸۱۰ھ) اور گجرات میں شاہی خاندان کا بانی ہوا۔ اس خاندان نے سنہ ۹۸۰ھ تک شان و شوکت سے حکومت کی۔ اس کے بعد یہ خطہ اکبر بادشاہ کے عہد میں ممالکِ محروسۂ ہندوستان سے ملحق ہو گیا۔ اور سلطنت دہلی کی طرف سے صوبیدار رہنے لگا۔

اس مختصر تاریخی خاکہ سے ظاہر ہے کہ گجرات کا تعلق دلّی کی اسلامی حکومت سے

اسے اورنگ آباد کا لکھا ہے۔ یہ نہیں کھلا کہ اُن کی اس اطلاع کا ماخذ کیا ہے۔ ممکن ہے کہ عزلت کے بیاض میں (جس سے میر صاحب نے استفادہ کیا ہے) اس کا کچھ اشارہ ہو یا اُن کی زبانی معلوم ہوا ہو۔ شفیق اورنگ آبادی نے بڑے شد و مد سے ولی کو اورنگ آبادی لکھا ہے۔ اور گجرات کی نسبت کو غلط محض بتایا ہے۔ لیکن خواجہ خاں حمید اورنگ آبادی (معاصر میر صاحب) اپنے تذکرہ گلشن گفتار میں اُسے گجرات ہی کا بتاتے ہیں۔ قائم نے اپنے تذکرۂ مخزن نکات میں اس کا مولد گجرات لکھا ہے۔ تذکرۂ گلزار ابراہیم میں بھی اُسے گجرات ہی سے منسوب کیا ہے۔ گردیزی نے "در دکن چہرۂ ہستی افروختہ" لکھ کر چھوڑ دیا ہے کسی مقام کی تخصیص نہیں کی۔ سرور اور قاسم نے باشندۂ دکن اور شوق نے اورنگ آبادی لکھا ہے۔ آزاد نے بھی اس کا وطن گجرات قرار دیا ہے۔ یہ اختلاف ایک مدت سے چلا آرہا ہے اور اس وقت اس کا قطعی فیصلہ کرنا بہت مشکل ہے۔ جو لوگ ولی کو دکن (اورنگ آباد) کا کہتے ہیں وہ اُس کا یہ شعر سند میں پیش کرتے ہیں۔

ولی ایران و توراں میں ہے مشہور   اگرچہ شاعر ملک دکن ہے

ایک دوسرے شعر میں دکھنی زبان کا ذکر یوں کیا ہے۔

دکھنی زباں میں شعر سب لوگاں کہیں ہیں اے ولی
لیکن نہیں بولا ہے کوئی اک شعر خوش تر ریں نمط

لیکن اس تذکرے کے مؤلف کی رائے میں "ملکِ دکن" سے وہ خاص خطہ مراد نہیں ہے جو گجرات سے الگ نربدا کے جنوب میں واقع ہے۔ تاریخی اور جغرافی نظر سے یہ استدلال صحیح نہیں ہے۔ فارسی تاریخوں میں گجرات اور دکن، گجراتی اور دکنی دو الگ الگ خطے اور باشندے ہیں۔ لیکن عام طور پر بعض اوقات دکن کا اطلاق اُس تمام خطے پر بھی کیا جاتا ہے جس میں گجرات بھی شامل ہے۔ اس کی سند تذکرہ

اگرچہ وہ اپنی زبان کو گوجری یا گجراتی کہتا ہے لیکن خالص پرانی اردو میں ہے البتہ کہیں کہیں گجراتی لفظ بھی آجاتے ہیں۔

زبان کی اس اجمالی کیفیت سے ظاہر ہے کہ اردو کی ابتدائی نشو و نما دکن کی طرح گجرات میں بھی بہت پہلے سے شروع ہو گئی تھی۔ یہ مقام اس مضموں کی مفصل بحث کا نہیں ہے لیکن سرسری ذکر جو اوپر کیا گیا ہے اس لیے ضروری خیال کیا گیا کہ قابل مولف تذکرہ نے اس کا مطلق ذکر نہیں کیا۔ کیا اچھا ہوتا کہ وہ قدیم گجراتی اردو کے شعرا کے حالات بھی اس تذکرے میں شریک کر دیتے۔ مولف نے اس بارے میں یہانتک احتیاط کی ہے کہ اگر کسی شاعر کے کلام میں کچھ اشعار پرانی زبان کے آگئے ہیں تو دانستہ ان کے انتخاب سے پہلو تہی کی ہے۔ چنانچہ ملاحظہ ہو تذکرہ ثنا جس میں وہ لکھتے ہیں کہ "محاورہ اش با محاورۂ حال فرقے دارد آما این یک دو شعر کہ موافق محاورۂ جدید اہل گجرات است، از سفائن قدیمہ بہم رسید، دریں اوراق ثبت گردید"۔ ذاکر کے بیان میں بھی اشعار کے انتخاب کے وقت "زبان جدید گجرات" کا اعادہ کیا ہے۔ یہاں تک کہ ولی کے متعلق بھی یہی فرماتے ہیں کہ "این چند اشعار محمد ولی کہ مطابق روزمرۂ جدید گجرات است از دیوانش انتخاب کردہ شد" مولف کو قدیم زبان سے کچھ انس نہیں اور اس لیے انھوں نے نہ تو قدیم شعرا کا ذکر کیا ہے اور متاخرین کے ایسے اشعار درج تذکرہ کیے ہیں جن میں قدیم زبان کی بو باس پائی جاتی ہے۔ تذکرے میں بارھویں اور زیادہ تر تیرھویں صدی کے شعرا کا ذکر ہے۔

اگرچہ وہ شعرا کے حالات سے زیادہ بحث نہیں کرتے اور نہ اس بارے میں تحقیق و تلاش کی زحمت گوارا کرتے ہیں، سنہ وفات وغیرہ بھی سوائے دو چار کے کسی کا نہیں لکھا، لیکن ولی کے متعلق انھوں نے پرانی بحث کو پھر چھیڑ دیا ہے کہ وہ گجرات کے تھے یا اورنگ آباد کے۔ سب سے پہلے میر تقی میر نے اپنے تذکرے میں

مؤلفِ تذکرہ قاضی نورالدین حسن خاں رضوی فائق بھڑوچ (گجرات) کے رہنے والے تھے۔ اس نواح میں ان کا خاندان علم وفضل کی وجہ سے بڑی عزت و احترام سے دیکھا جاتا تھا اور اب تک اس خاندان کے لوگ اسی عزت و وقار سے بسر کر رہے ہیں۔ قاضی صاحب مرحوم علاوہ عالم و فاضل ہونے کے شاعر بھی تھے اور فارسی اردو دونوں میں شعر کہتے تھے۔ اس تذکرے سے اُن کا ذوقِ سخن ظاہر ہوتا ہے۔ اشعار کا انتخاب ذوقِ سخن کا معیار ہے۔

قاضی صاحب مرزا غالب کے ہم عصر تھے اور اُن سے سلسلۂ خط و کتابت بھی تھا قاضی صاحب کے ایک خط سے جو مرزا صاحب کے نام ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مرزا صاحب نے کسی امر کی نسبت جو قدیم فارسی یا زردشتی مذہب کے متعلق تھا یہ لکھا تھا کہ جمشید جی پارسی سے (جو قاضی صاحب کا ہم وطن تھا) دریافت کرکے لکھیں۔ قاضی صاحب جواب میں لکھتے ہیں کہ اس وقت سیٹھ صاحب یہاں نہیں ہیں آنے کے بعد آپ کا پیام پہنچا دونگا۔ لیکن خدا تعالیٰ نے فارسی زباندانی پر جو عبور اور زبان کے غوامض و اسرار پر جو قدرت جناب کو عطا فرمائی ہے وہ اس سیٹھ بیچارے کو کہاں حاصل ہے۔ اس کا مذہب زردشتی ہوا تو کیا ہوتا ہے۔ یہاں پارسی آئین زردشتی سے بیزار ہیں اور بہت انگریز پسند ہو گئے ہیں۔ بعض جو اب تک اپنے مذہب کے پابند ہیں وہ اصل کتابوں کو نہیں سمجھتے بلکہ بعض ژند و پاژند کی کتابوں کو گجراتی حروف میں لکھ لیا ہے جسے صبح و شام رٹتے رہتے ہیں۔ یہ خط بڑا پرلطف ہے۔

قاضی صاحب مرحوم نے اس تذکرے کا مسودہ بھی مرزا صاحب کی خدمت میں بھیجا تھا، بعد ملاحظہ مرزا صاحب نے جو خط لکھا ہے وہ بطور یادگار کے اس تذکرے کے آخر میں درج کر دیا گیا ہے۔

علاوہ اس تذکرے کے مرزا صاحب کی اور بھی کئی تالیفات ہیں جن میں سے

گلزار ابراہیم سے بھی ملتی ہے۔ چنانچہ صاحب تذکرۂ مذکور ولی کے بیان میں لکھتے ہیں
"ولی دکھنی، شاہ ولی اللہ، اصلش از گجرات و در شعرائے دکھن مشہور و ممتاز است"
اگرچہ وہ اسے گجرات کا باشندہ کہتا ہے مگر شعرائے دکن میں شمار کرتا ہے۔

اس تذکرے کا مؤلف بھی دکن سے یہی مراد لیتا ہے اور کہتا ہے کہ ولایت گجرات بہ نسبت دہلی و اکبر آباد سمت جنوب کہ ہندیاں دکھن گویند واقع است"، پھر وہ کہتا ہے کہ بلدۂ احمد آباد کے ثقات سے یہی سننے میں آیا ہے کہ ولی گجرات کا باشندہ تھا۔
چونکہ ولی کا اکثر زمانہ احمد آباد میں بسر ہوا اور تعلیم بھی وہیں ہوئی، سورت کی مدح میں ایک مثنوی تصنیف کی اور گجرات کے فراق میں کچھ اشعار لکھے، اور اس کا مدفن بھی احمد آباد میں ہے، اس لئے اکثر لوگوں نے اُسے گجراتی ہی قرار دیا۔ اور اس کا وطن بجائے اورنگ آباد گجرات ہی مشہور ہو گیا۔

اگرچہ صاحب تذکرہ نے از راہ انکسار محاورۂ شعرائے گجرات کے متعلق اہل دہلی و لکھنؤ سے معذرت کی ہے، لیکن حق یہ ہے کہ ان شعرا نے زبان اُردو کو بڑی خوبی سے لکھا ہے اور ان کی زبان کسی طرح دلی اور لکھنؤ کے عام شعرا سے کم نہیں ہے، بلکہ بعض ان میں استادانہ حیثیت رکھتے ہیں اور ان کی زبان کی فصاحت اور صفائی میں کلام نہیں ہو سکتا۔ تذکرے کے مطالعہ کے بعد حیرت ہوتی ہے کہ گجرات میں اس کثرت سے شاعر تھے اور شعر و سخن کا اس قدر چرچا تھا۔ میر عزت اور میاں سمجھو کی وجہ سے اس ذوق کو اور بھی فروغ ہوا، ان دو صاحبوں کے شاگرد کثرت سے تھے۔ گجرات کے مسلمان اُردو کو اپنی قومی زبان سمجھتے تھے اور اس پر فخر کرتے تھے اور جہاں تک معلوم ہوا ہے اس خطے کے مسلمانوں میں اس کا عام رواج تھا اور اب بھی یہی حال ہے۔ افسوس ہے کہ اس زمانے میں وہاں شعر و سخن اور اردو ادب کی ترقی کا وہ ذوق و شوق باقی نہیں رہا اور ضرورت اس امر کی ہے کہ اس شوق کو پھر زندہ کیا جائے۔

بسم الله الرحمن الرحیم

فروغ سخنی لطف طرازی این صحیفه در رشک کارنامهٔ مانی شدن این نامهٔ متوجه جلال غواص سخندانی، باریک‌بین اشارات معانی، اکمل الافاضل میر کمال الدین حسین المتخلص کمال که بخامهٔ بلاغت طراز سحرساز آرائش۔

در گلشن حمد تو بیان بست مرا — سوسن مثلی نطق زبان نیست مرا
تن بر شده ام بصد زبان‌ها کامل — گویا که زبان در دهان نیست مرا

اثنیه وافره بهار پیرائے راست رکه شگوفه کاری هائے غصون ارواح ریاض طبایع سخن دران رنگین گفتار از رشاشه غمام مکرمتش نخوت فروش گلهائے بهاری و مدایح متکاثره تان نیسان آرائی که جلوه فزائیهائے سموت یواقیت در درج فصوص نکته رسان براقت افکار رشارق انوار مرحمتش حسرت فزو خطوط شعاعے صهبائے دوآتشهٔ نظم و نثر حریفان سرمست مے پرستی هائے خمخانهٔ سخن به کیفیت ستایش او تقدس و تعالے از حریف ناسبو رخمار ذوقی هائے نارسائی هر ارلب خمیاره می کشاید وگلدسته لفظ و معانی نخل میدان تر دماغ نظارگی هائے بهارستان خیال بحقیقت ستایش او جل و علا از رنگ تا بو در خزان نمائی هائے بے ادراکی صد خارشکستن بجامه می رساند اگر آن همه رنگین هاست که بجلوه می نماید جز رنگ تعبیر در نمی بندد و اگر این همه شگفتگی هاست که بهر دمیار دبے دریغ خجالت بر می خندد آتش دل را ضبط نفس گره مضبوط ست ناچاریست ورنه بیک گرمی شعلهٔ نالهٔ بر کشد کارخانهٔ شفق خاکستر آب گل را ربط جمعیت که مربوط است از بیچارگی دگر به بیک لطمهٔ موجه تا مژگان بر هم زنند آشیانهٔ بلبل بتر

جواہر الفقہ اور تحفۃ العرفان مطبع نول کشور میں طبع ہو چکی ہیں۔ دو ایک کتابیں غیر مطبوعہ اب تک ان کے خاندان میں موجود ہیں۔ قاضی صاحب نے ۱۲۸۶ھ میں انتقال کیا۔

یہ تذکرہ جو انجمن نے طبع کیا ہے دو مختلف نسخوں سے تیار کیا گیا ہے۔ ایک نسخہ قاضی صاحب کے خاندان میں تھا جو اُن کے قابل پوتے اور ہمنام قاضی نورالدین حسین صاحب نے بکمال عنایت و شفقت ہمیں عنایت فرمایا۔ دوسرا نسخہ بمبئی یونیورسٹی کا ہے۔ ان دونوں کے مقابلے اور تصحیح کے بعد یہ نسخہ تیار کیا گیا ہے۔

آخر میں میں اپنے قابل شاگرد مولوی شیخ چاند صاحب ایم۔ اے، ایل۔ ایل۔ بی، ریسرچ اسکالر (عثمانیہ یونیورسٹی) کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انھوں نے بھروچ کے نسخے کے بہم پہنچانے اور دونوں نسخوں کے مقابلے اور قاضی صاحب کے حالات دریافت کرنے میں مجھے مدد دی۔

عبدالحق

سکرٹری انجمنِ ترقی اُردو (اورنگ آباد۔ دکن)

۳۰ر اپریل ۱۹۳۳ء

که مرقع آرائے قدرت نگارد خود هر کجا نقشے که برآمد رنگ پذیر حسن ظهور است و صحیفه
پیرائے بدیع طراز شهود هر کجا رنگے که بربست جلوه گیر لمع نور او **اما بعد** واضح که ابنائے
امور سخن به پرموینهائے مضامین جوشش آرائیهٔ یوسف تماشائے دید پیش دارد نظارگیان را
هوائے زلیخائے درسر فهم معانی دلفریب واضح حراس پرستندگی است که سرگوئی هائے تحقیق
تدقیق تا هم گردن جیاک گریبان نگیرد نکته دانی از تیره دودان روش دبدبه پالیهائے خوزیق
تا غبار عبارت سرمهٔ چشم نگردد باریک بینی از دیدهٔ تصویر مهر بین رهے نسخهٔ بے نظیر مجموعهٔ
دلپذیر که یکتائے معانی از قید دوی وارسته بکثرت لطف مضامین بدلهائے خلایق
جا جسته دلی نیست که بهمتائش در آید و دلے نماند که بدلربائش سر پرداز دلیست گرمی تمازت
آفتاب رنگ هر لعلے که معدن رخشت لعبحال نثار گوهر معانی ثمین گردید و جوش گرمی
اهتزار نهال هر غنچه گلشن که بروئے آب آورد جرار ولفگار دسته مضامین نگین اگر دائرهٔ
فلک فلک است چرخ آهنگ ملا گردانی سرے ندارد و اگر کرهٔ زمین است جز نقش بحویتا
خبرے قیس و مجنون و حتی ایں ویرانه است و کوه کن لے توان یکے از همو ایمها هواخواه
جنون جولانی هائے ذوق نکته دانی لعجز نارسائی هائے لیاقت فقرات هزار جیاده پیمائی استعداد
دریا نوردهٔ خیال جهان گردی دشوار و گریبان جیاک هائے شوق ورق گردانی بکوشش
نظارگی هائے تماشائے صد هاتش صد گلشن سینه ریشها و آسوده سرهٔ خواسیده زهر خورده۔
بهار رنگارنگ بوقلمونیهائے گلهائے مضامین رشک صد گلستان در یک دامن است و از
شگفتگی هائے خیالات رنگین یک فلک خون شفق بگردن اگر جمله بتان چین است جان داده
یک کرشمه جهان برباد دست و اگر همه خوبان نازنین است رحم خورده نیم عشوه ستم ایجاد۔
تهی دستان قسمت از زر افشانی اوراقش سرمایه اندوز دولت جاوید اند و سر سبحان مشیت
از ورق گردانی اجزائش ثمر یاب نونهال امید رنگینی نثر دلپذیر رونق شکن باغ کشمیر است
خیال شدی نظم ماه رسیدگاه نسر طائر ورق گردانی مخزن شعر اندازهٔ جیب شمال و صبا فقرات

اگر کسی ست مے بگردش است تو نشین ها بهزار تلاطم موج خیز و گر دستهٔ گل بو سه دهش است
داماندگی ها بهزار رنگ جلوه ریز بلبل سپاس تسادی سال برنگ گل زبان سرود ندارد
حرم ناگی نغم شنایش معلوم اما درین گلشن حروف تعارف که سحر سوسن می تند. اگر آهنگ
دام بر خود پسند دهم صدایش خیالیست موهوم و طوطی را بز بهره لواے هوش آئینه
عمر در پیش جستجی ها رنگ فروز عالم تصویر است. اگر نواے سرمی زندم وائی
عکس خویش و نه این همه ار بار سالی های کهنش درمانده اند که فصیح جوانان طلیق زبان
طبع دانان ذلیق لسان برنگ ریزهاے ستودش چهره تجالت بکف دستها استه و شاپانسرت
با به عوامان محیط دریا حباب معرفت که از گنج لطیف آشنائی می دارند و اسحار مو به گرد
شناسائی تاره ابا سه دستاوری گوهر حقیقت سالها که لقصرش میرو به مهورچول لعل آید اگرد
بالا گردان بردل جو ستے پس لسان که اصل مخلوقات است و اشرف موجودات ماو تود الیا
مدارج سر رشته باعتراف کنهش نا شناسی را حلیه اعناق گردانیده پس آن اشیاء
رذلیه را چه امکان که از عهده سپاس برآید با چشم حقیقت بین نگاه تامل درین نگارستان
نمائی هر یکے از رنگیست از فروغ انوار الهی اگر گل را تماشے شادابی در سراست و تاج بها
بر سر خار را از و کمتر پیدا و گر خورشید را فروغ جهان تابی میسر است و در رفعت
با مسیحا سر ذره را از وپست پایه مستار که این همه را باختلاف الوان و صور ظهوری از وست
بلکه خود اوست که از خلوتخانهٔ غیب بکثرت گاه شهود متجلی شده بجلوه های رنگارنگ خود ز
امثال اینها همه خوں گرمیهاے چمن طراز ظهور بهر رنگ گل سر سبد بهار آن سستی آنجا
... ست منزل کثرت نشان و تحقیق حق لبتبادلی مپال لامکان سیر امکان گرگشته
راق سوار و تمهار فته باز دارنده حرش سماے قرار سرمد فرماے سیر ال به تمنائے امت
در مراتب جلیل و پایه بلند ساز امتیان که انبیاء بنی اسرائیل قرآن تنزیل مهبط سرشیل وحی ختم
المرسلین باعث ایجاد تکوین سرور انبیاء اصفیا محمد مصطفی صلی الله علیه و آله و سلم

نقش حیرت از خود برده تابے نه کامل رنگین بیان را زبان مدح خوانی بے کم و کاست
باید کشاد و خامه پروین فشان را طراز گوهر فشانی در وصف و سپاس تول نهاد. قطعه

رنگ حیرت نشکند بر گردش جلوهٔ | عندلیبان را زبان‌ها از نواها لال بود
شمع محفل بال و پر می سوخت از پروانه | گرد گردیدن محال عاشق بے بال بود

سخنوران شایق و نکته پروران فایق پوشیده نماند که اگر دیده داد گرایشها بگشود
آید بهر آئینه هر دم دیده ورے را در یابد که فایق سخن طراز معنی نواز چه وقت‌ها که بر جان الفاظ و
معانی نه نهاده و چه نیرنگی‌ها که بکام و زبان رنگین سای ریخته را ار و پایهٔ رفعت گردید
و اردو را بر رما نهانش و نصرت تقلید پارسی ضرب شهره و اشد و زبان تازی صدائے
عنقا اگر کلکش از ریخته ریخته دری را و جامه دری ها بمثال رفت. و خامه‌اش از اردو
وسعت تازی را ترک و تازبانان فارسی را اگر ملاحت دانند همین است که از شور سعدی
نمک ریش پارسیان کشته و عربی را اگر عسل خواسد همین که شهد مرارت سکرات عربیان
شده از ر دوش که طبع مشکل پسندش وقت آفرینها در خصوص سعدی فرمود الحق که نه
را در عربی ذوقے مانده و نه در پارسی شوقے همین که درین زبان خاطر اکثر شعرائے مسلم طرف
هندی بحد کمال مائل است و ترجمه کتاب مستطاب خداوند متعال در زبان اردو
مستقیم ترکیبے از دلائل جوشند که ظهوری پیش ازین مرو طغرا خود را العدم برد ورنه
ظهوری را اگر درین وقت حضار بودے ظهوری از حسنت درکشیدے و طغرا را اگر نقش
حیات زائل نه گشتے لت‌ست قطع نسبے نزال و خجلت در گریدے. بیت

نه این ساحر طغرا است نغزے | نه انشائے ظهوری را ظهورے

چشمیکه از تحریرش هیچ ندیده و گوشے که از تقریرش هیچ نشنیده سنجیده اش
سنجیده تر است و پسندیده اش پسندیده تر عربی را مباهات تناسب وطن با او نیست
چه بحوتها که بر جان خود فروشی نیست و کامل را فخر تناسب هم نمایش چه نازها که

مضامین دلکشا رشک فزاے سرو سہی بلبل شیراز صفیر سنج نغمہ طرب ریز این گلشن است طوطی
ہند نوا سراے ترنم دلاویز این چمن بجلوہ نماے سواد دلکشش شمع ادراک صائب فکر
آن با مہتاب نورانی سحوت گردیدہ و بصورت پذیری شاہد مضامینش مرآة خیال سلیم طبعان
باکارنامۂ مانی سبقت بریدہ و لب کشائی فصل ہاے سطورش خندۂ ساغر بجاے خمیازہ نمودن
واز جلوہ فزاے نقوش خطوطش چشم تماشائیان در مقام حیرت افزودن بہ زنجیر بندی سطورش
جلال اسیرے از مقیدان دلاویزی حروفش مرزا بیدل یکے از دادگان گل سوسن ہمہ رنگی سواد
مکتوبش کوتہ زبان شکر گذار بہار است و نرگس گلشن بمناسبت عین مرقومش چشم کشاے مست
مالی صحیفۂ رنگینش کارگاہ بہار ساری صحن تماشایان و جدول جادو فریبش حصار سحر خوانی
تصحیح سایان سیاہی حروفش توتیاے چشم بینش و سرخی شنجرف گلگونۂ لب دانش زرنگاری
نقوش طلائیش حجۂ خورشید رو ساختہ و سبزکاری میناے دلربائش رنگ نیلم دل باختہ۔
ہنگامہ افروزی مضامین رنگینش طاس فلک را نگری آوردہ حمرۂ شفق را جز بتالس
متوان انگاشت آتش را سب حلم کرہ رہبر بردارد حسود را چہ عجب کہ اگر بکاوش نکتہ چینی
انگشت بردارد انگشت نماید و رشک رندگیہاے نقوط پرکارش بہم اصابت عین الکمال
ناقص نظران چہ سپند اختر خاکستر مجمرش نگردا ید کہ از چشم ناتوان ہیا ضرر بردارد رباعی

این غنچہ نرگس کہ بہارے بنمود ‌ ‌ ‌ چشمش بفروغ اعتبارے بنمود
گر باغ جہان ست گر جلد برین ‌ ‌ ‌ زیر نظرش آں ہمہ خارے بنمود

تعالی اللہ چمن سامانیہا نکام طرب آبادہ است و بوقلمونیہا صرف گلگونہ لب
بادہ خندہ ساغر شگفت گل می نماید و قلقل مینا لعمۂ بلبل نواے معنی دلکشا بگرمی جنار
گلوسوری را بکار بردہ و پردہ ساز حال فزا رونق برگ گلہاے بہار نسیم رضوان ہنگامہ ریز
است و جلوۂ طرز بانہ فگن جلیل را ہواے نظارگیہاے تماشاے شوق بصد رنگ
محویت دیدہ باز کردہ آبے ندارد و کلیم را سرگرمی از جوششہاے تمناے ذوق بیک

مینایی درین خمکده رنگی بسته که فلاطون را جز خط از غول ساز پرتکی نمانده
ارسطو تحصیل آوارده ادارهٔ شاگردی جز قانون طیره شناسی حرفی درشناسایی نیافته
را به جوهرشناسان آینهٔ خیال از باریکی مصالح نقش سرمه خورده به حیرت اندوخته
طبعان تخیل مقال ارکیفیت معانی باده بینهٔ فطرت دقت سنجی بنگ تا
خاطر دقیق فهمان عقدهٔ تحیر بسته وجود معنی دهنش بتأمل سرائی دماغ مشکل پسند
رنگ تفکر شکسته طایر گلستان فکر بلند پرواز عروج کمترش بلند پروازی تحریکه
مقدار می نماید تیزبال اندیشه از حمد سایه رفعت کلامش سرافراز نفس عاری شعر

عروج سخن حرفی از پایه است — بلند سرفراز در سایه است

طرح انتخاب اشعار شاعران هیچکه مطبوع طبع دقیقه سنجان معنی شناس افتد ساخته و طرز اقتباس ابیات سخن طرازان
ابیاتی که مقبول خاطر نکته سنجان بلند قیاس آید پرداخته درین تذکره مخزن شعرا که چون خزانه
پر از جواهر گوهر تفکرات شاعران مملو است فی الحقیقت واد سخنوری و سخندانی
داده بود که به یکیسی از مشکل هم متوال پرداخت و در هیچ بیرکی که فراخور قدرش
... نماید از سر انصاف همت فرموده دل دقیقه و نگذاشت منت تار دقایق سخن
آنچه در پی هر نفس توان گفت که بخط سخن رسی و سخن شناسی چنان در نگار گردانید
و از لذات سخن و مذاق معانی شربی به عالی طبع بلند دقار رسانید و نه زین کانت
به هرکس پایه می رسد که هم سخن گوئی بساط فراز افگند و هم بخوش فهمی کمند بالا تر
اندازد فی الجمله کامل ترار خوان سخن سنج زبان که بهره وری صفحه آرائی می دارد در
بیان سمرا دساختن آنچه فهمیده و بذر ده قدر سخنش آنچه دیده در کجا می خورد که
بزمره اش درشاید و به سخن مدح و مدح سخنش لب کشاید مگر به توسل می ستانیدن او
سرائیدن می سرائیدش مدح خوانیش وقاری فرمود و سخندانیش اعتبار
افزود از قدر دانیش چه قدر بالیده ام و سمندانیش چه قدر سخنده ام مرفه که کرده ایم گردیده

محرم سرگوشی دانش فکرش وقت دارد و فهم رسالتش نارسائی در ادراکش از همه
تعریط آید و تعریطش از همه افراط ماید مسند شریعت ازو زینت پذیر است و جامهٔ
فضیلت ازو زیب گیر بدل بستگیهاے نازک کلامی سخن ظریفان طبع رسا بلند پروازی
طائر خیالش اشیان بر شاخ طوبٰی است و بخود رفتگی هاے سحر رسی هم طبعان عالم بالا
بال کشائے تماشا. مقالش از تائیس شجرة المنتهی اگر سخن را فروغ خورشید است هم از
آسمان دست او و گر سخن را جلوه گل است هم از بوستان او و از منظوم نظمش مجموعه پریشانی
وقت شناسان منظوم است و از منثور نثرش جمعیت حواس نکته دانان منثور. شعر

کلامش لذت افزائے سخن دان   پسند خاطر مشکل پسندان

مستمع کشائے ناطورهٔ سخن نغز و دلال دلربائی جلوه ظهور برنگرفته تا با انقضاب توصیف
آن سخن دستگاهٔ منتصف نگردد و معجز پردازی مجموعه معانی بحسن و جمال خوش نمائی
رنگ شگفت سول در نه بسته تا باعتراف تعریف آن معانی پناه معترف نباشد طراوت
اندیران رنگ الفاظ از بوئے فهم عبارتش مالامال تر دماغی و در یافتگان رطب و یابس
سخن از درک معانیش باعتدال خوش مزاجی شکر فروشی سخنان شیرینش حلاوت
بخش تلخ دهانی است و دلیل فهمان خام طبیعت را پخته گوئی کلامش نسخهٔ شفا دائی از بند من
مضامین فکر بلندش شیرازهٔ نام آوری سخنوران شیراز گسسته تر و از فصاحت گستری
طبع ارجمندش اوج همچیدانی سرسر فصیحان حجاز شکسته تر بندرت نگاری خیالات رنگین
تمام ایران پامال گردیدهٔ خامهٔ مشکین او و بجوهر فشاری عبارات نور آگین یک صفهان سرمه
لسیده غبار نامهٔ گوهربار او دستاویز سحر بیانان بلیغ کلام گفتار جادو طرازی او است
له با آهنگ خوش بیانی نمر غوله نوا سرائے سرد ماغ فردشان درگاه لاابالی نهاد و بجل فصیح
بیانان سحبان مقام کلام سحر پردازی او که بقانون چرب زبانی زنگوله خوش نوائے بدماغ
نخوت پرستان بارگاه الٰهی در داده سر آهنگی ایجاد دقت فکر عمیقش با بداع بدائع

گردانید و گم گشتگان بیشۂ ظلمات ضلالت را از کلام روشن بیان نور ایمان بخشید۔ شعر:۔

طاقت کجا و زہرہ کجا دارد ایں قلم　　تحریر نعت احمد مختار را کند

صلوٰۃ اللہ علیہ و آلہ الکرام و اصحابہ العظام الی یوم القیام۔ اما بعد برائے مہر انجلا ارباب ذہن سلیم و ضمیر خورشید ضیا اصحاب طبع مستقیم روشن و مبرہن باد کہ فضیلت فن شعر نزد دانشمندان عالی ہنر و عالی منشان والا دانش ثابت کہ ہیچ علمے بے تعلم و تعلیم حاصل نیست بجز ایں ہر گاہ کہ فیوضات رحمانی و تلطفات سبحانی بر طبع شاعر نازل می شود بے اختیار نکات بے نظیر و مضمونات دل پذیر بر دل الہام منزل ورود می یابد بہذا خلفائے راشدین و صحابۂ طیبین رضوان اللہ علیہم اجمعین اکتساب ایں شغل فرمودہ چنانچہ از کتب معتبر سیر و تاریخ مستفاد دروی عن جابرؓ قال سمعت علیاً ینشد و رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ و صحبہ و سلم یسمع قطعہ:۔

انا اخو المصطفیٰ لا شک فی نسبی　　بہ ربیت و سبطاہ ہما ولدی

جدی و جد رسول اللہ منفرد　　و فاطمۃ زوجتی لا قول ذی فندی

قال فتبسم رسول اللہ صلعم و قال صدقت یا علیؓ و ایں دو بیت از کلام معجز نظام شاہ مرداں و شیر یزداں علیہ التحیۃ والسلام اشتہار تمام دارد شعر:۔

جراحات السنان لہا التیام　　ولا یلتام ما جرح اللسان

ستقتلکم الی الاسلام طراً　　علاما ما بلعت آدان

حسان ابن ثابتؓ کہ از فصحائے شعرائے عہد رسول الثقلین بودہ بارہا بحضور آں صدر نشین بارگاہ نبوت اشعار طبعزاد خود میخواندہ مورد تحسین و آفرین ز زبان وحی بیان مصداق ما ینطق عن الہوی ان ہو الا وحی یوحیٰ میشد پس قول صحابہ بر فضیلتش

وسخنے کہ در ریدم و در زیدہ شد بتقریرِ رنگیں بیانی دارم و بتسطیرِ گوہر فشانی صریر
خامہ را بر دبستان سرائے بلبل گمانے است و تحریر نامہ را از جلوہ فزائے گلستانے رباعی

رنگینیِ سخنم بہار توصیفِ تو　　نقش رقمم نگار توصیفِ تو
بر صفحہ کاغذیں کہ سرمی فرسود　　شد خامۂ ما نثار توصیفِ تو

اما ہمی دانم کہ مدعیان را چہ دعوے دربرداختگی خواہد آمد و بہ گمانان را چہ گمانے
در ساختگی ہمانا اولیٰ دانم کہ از رنجانِ اطناب بانکار گرایم و از یں دراز نفسیہا
لب بخموشی نمایم۔ رباعی

کاں ہوس مدیح سازی تاچند　　از خامۂ نے فسوں طرازی تاچند
در نقش و نگار رشکِ چیں اوراق　　جادو رقمی طلسم بازی تاچند

دیباچہ لمؤلفہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اولیٰ ترین سخنے کہ ادائے بلاغت بیان سخنوری و شعرائے فصیح لسان نکتہ پروری
بآں دلیل و قال اند حالتے را سزد کہ مشام دقیقہ سنجان نازک خیال را بنکہتِ گلہائے
رنگارنگ مضامین طراوت بے اندازہ بخشیدہ و کشتِ زار طبع سخنورانِ سخن رس را
بآب رسائی فکر سرسبز و شاداب گردانید کریمے کہ از ابر نیسان فکر لآلی شاہوار معنی در
صدف سخن انداخت درخشاں مضامین و الفاظ رنگیں را در کان ذہن رشکِ فزائے
لعل بدخشاں ساخت نحمدہ علی ما نور مطالع قلوبنا بانوار ہذا السراج المنیر و نشکرہ علی
ما احسن التی تمرات الطائف ہذہ الامر الخطیر صلواۃ فراواں و تحیات بے پایاں بر روان
پاک افصح ولد عدناں و نبی آخر زماں کہ صیت فصاحت را در چہار دانگ عالم بلند آوازہ

چشم راستادانِ دہلی ولکھنؤ وغیرہ اینکہ اگر دریں صیدگاہ از عین انصاف در محاورہ شعراء گجرات بالغری بینداز آہوگیری بکند وہمچوں قلم انگشت بر حرف ایشاں نہ نہند نیز بر توارد مضامین احتمال سرقہ نفرمایند بجہت آنکہ دواوین واشعار اساتذہ انجاب بعد مسافت تمامی تا ایں جا نمی رسند توقع کہ مقبول دقیقہ سنجانِ دوربین ومنظورِ دوربینان بلاغت آئین گردد۔

حرف الف

احسن تخلص محمد حسن نجیب آبادی الاصل بدتیست کہ در سرکار نواب حسام الدین حسین خاں ملازم شدہ ، در لسیت نجیب دکہن سال شاعر خوش کلام شیریں مقال از عمدہ سخن طرازانِ ایں حوالی پیداشد بلکہ احسن شعراست کہ اکثر مضامین را بحسن الوجہ می بندد صاحب دیوان است انچہ اشعار ایشاں در رتبۂ عالی واقع شدہ عالی تر انداز این عذوبت لسان اوست کہ لب خامہ اکنوں بداں آشنا می شود۔

تختۂ گل کو خزاں سے جو پریشاں دیکھا — تو نے کن آنکھوں سے اے مرغ سحر خواں دیکھا

زینہار دو یا ہم نہ ہوں دیولنے بھی یک جا — ہم آئے تو مجنوں کو بیاباں سے نکالا

طپش دل کا مرے آپ کو گر ہے نہ یقیں — میرے سینے سے ملا دیکھئے سینہ اپنا

احساں چمن پہ ہے تری کس بات کا سحاب — اس کو تو آب چشم نے میرے ہرا کیا
گالی کسی کو دیویں کسی کو وہ جھڑکیاں — بس یہ ہے حکم کوئی نہ بولے کہ کیا کیا

برهانے است ساطع و دلیلے است قاطع حسبنا افتخارہم علی العموم اولویت ایشان ثابت
چنانکه گفته اند بیت:

در حریم بارگه کبریا   پس شعرا آمده پیش انبیا

استشغال این امر تحیر دانش رسان عالی فهم حالی از فضیلتے نبوده اکثرے از
سخنان راسخ دم و دوستان ثابت قدم پیوسته عرایس افکار را بزیور متانت
حلیه فصاحت آراسته جمال زیبا مثال آن بهار انتظار مردان معنی را ساسپاسه سخن طرازان در
آوردند و گاهی بپاس خاطر احبا [illegible] می و اصرار و ابرام ایشان را دستین گمنامی نورالدین
ابن قاضی سید احمد حسین رضوی الشیرازی که سخن میکرد میخواست که مضامین
دل نشین و خیالات رنگین ایشان را بهم آغوشی صفحه کاغذ خطا در آرد که چه رنگ هنگامه
قیل و قال گرم ساخته و چه طرز خیالات روشن دریافته ولیکن مصداق کل امر مرهون
باوقاتها تسطیر این مدعا در گرو تعویق افتاده بود مگر گوهر خاطر حسن ظهور نیافت تا آنکه درین
ولا محبی مشفقی میر عباس علی المتخلص شوق که شوق کلی درین فن میداشتند
باعث این معنی شدند محب گرامی نژاد و مکرم عالی منزد الامناقب میر حیدر
صاحب المتخلص بمائل زیاده تر باعث و موکد شدند که فضلای زمان ماضی مفصلاً
تاریخ سلاطین عالی مکان و حکام ذی شان و ملازمان بزرگان دین تحریر کرده اند که تا الیوم
یادگار شان باقی است لیکن با حال علمای [illegible] از تحریر احوال خوش خیالان این اماکن پرداخته
اند اگر استعما نمودند طبعان این ملا و خلد آباد [illegible] حال شان بعبارت روزمره ثبت
افتد بر آئینه عشاقان سخن شایقان این فن را موجب انشراح و سبب ابتهاج شود تو دو معرز
الیه عنایت منوط و رابطه اتحاد بهایت مربوط است ابتهاج مرام عالی مقام اهم مهام دانسته کمر جد و
جهد بنحوای السعی منی و الاتمام من الله بسته ساعی جمع و ترتیب شدم چون این اوراق خزینه
از جواهر زواهر معانی مخترعانه و درر غرر خوش بیانی نکته پروران است موسوم به مخزن شعرا کرده شد

کھنچے بادۂ صبوحی گلشن میں گو جیتا
آپس میں مل کے روئیے ہم او سحاب تجھ بن

ایک سے لاکھوں ہوں دل بستہ اگر کھولیں زلف
آپ ہمیں کتنے ہی گر ایک کو آزاد کریں
ہو نہ برباد کسی طرح ٹھکانے تو ہو خاک
دفن قمری کو تہِ سایۂ شمشاد کریں

اللہ رے جنوں دیکھیں انجام ترا کیا ہو
پہلے ہی سوئے صحرا یہ پاؤں نکالے ہیں
دل کا تو مزا چکھا ہے درد جگر باقی
یہ دشمن جاں احسن کیا پہلو میں پالے ہیں

بدنام چھیڑنے سے تو ہوتی ہے کیوں نسیم
اک دم کی زندگی جو ملی ہے حباب کو

باغ میں جب بہار آتی ہے
اک شگوفہ نیا ہی لاتی ہے
گل کترتی ہے اک نیا ہی صبا
رنگ سو طرح کے دکھاتی ہے
عشق پروانے کا ہے اے بلبل
تو تو باتیں عبث بناتی ہے
دن تو جوں توں کٹا یہ احسن پھر
وہی فرقت کی رات آتی ہے

اس رات اندھیری میں اگر تو نکل آوے
مہتاب شب چاردہ ہر سو نکل آوے
دیکھے جو بیاباں میں پریشاں مجھے احسن
مجنوں کی بھی آنکھوں سے تو آنسو نکل آوے

گلوری کھا کے پانوں کی جما لب پہ مسی کا
دھواں نکلے ہے شعلے سے یہ شعلے سے دھواں نکلے
کھڑے ہیں لڑکے ناکے باندھ بھر بھر جھولیاں پتھر
مزا کیا ہو کہ احسن بھی جو بھولا آ وہاں نکلے

مچائی دھوم ہے مجنوں نے اہلا و سہلا　　ابھی کھلا ہی نہیں گھر سے ناقہ لیلا

صدا یا خیر کیجو اب کے دل سے ڈھب تڑپتا ہے　　نکل آوے نہ سینے سے یہ مارا اضطرابی کا

چاندنی پھر کے ہوئی مہ جو چھپا آدھی کا　　وہ مہ چار دہ گھر سے جو لب بام آیا
اندیشے سے اُس ناوک مژگاں کے اے حسن　　طاؤس، ہر یک پر پہ لگا کر سپر آیا

جواب بات کا بے علم سے ہے جہل　　ندا کی جیسے کوئیں سے صدا آئے جواب
جبھی سے آنکھوں سے حسن کی اُڑ گئی ہے نیند　　جو پہنے دیکھا ہے اُس بت کو جامۂ کمخواب

بالا ہے یا بلا ہے فتنہ ہے یا قیامت!　　قامت نہیں یہ یار و قد قامت القیامت

رکھتے نہیں کسی کے ترحم کی آرزو　　ہم کو مزا ملا ہے یہ اسکی جفا کے بیچ
مہندی لگا کے کیجئے پال میرا خون　　ہوگا نہ آشکار یہ رنگ حنا کے بیچ
ہے بعد مرگ بھی دل بیجاں سوئے یار　　تصویر مرغ جوں پھرے قبلہ نما کے بیچ

روز مر جاتے ہیں جن آنکھوں کے مارے تین چار　　آج ہم نے بھی وہاں مارے نظارے تین چار
خوبی قسمت یہ اپنی اوحسن اتفاق　　ورنہ ہو جاتے اِدھر کو کیا اشارے تین چار

کیا وصف طول زلف کا پوچھو ہو دوستو　　یہ داستاں دراز ہے کہئے کہاں تلک

مشاہیر علماء احمدآباد است ارشد و اکبر شاگردان مولانائے مرحوم است بالجملہ حضرت مولانا تا عرصہ سی سال در احمدآباد مصروف تدریس بوده بعد ازاں کھمبایت را از قدوم میمنت لزوم رشک بغداد و صفاہاں ساخت اہل آں بلده آمدن آں مخدوم عالم را نور عظیم و نعمت غیر مترقبہ دانستہ کما ینبغی در تعظیم و تکریم و اکرام سعی کوشیدند و معتقدانہ سلوک بجا می آوردند راقم سیر در صغر سن وقتیکہ مولانا وارد احمدآباد بودند ہمرکاب حضرت بزرگوارم رضوان آرامگاه قاضی محمد صالح صاحب قدس سرہٗ بجہت ملاقات مولانا بہرہ سعادت اندوزی خدمت حاصل نموده آخر در سنہ خمس و خمسین و مائتین بعد الف در کھمبایت بگلگشت روضۂ رضوان خرامید اگرچہ در زبان تازی و دری اشعار بسیار داشتند و در اُردو ہم التفات میفرمودا اما این شعر بنام نامیش مشہور است تیمناً و تبرکاً ثبت این اوراق می شود۔ وہو ہذا

اے صنم کس نے بتائی تجھے کعبہ شکنی	توڑکے دل کو مرے اُٹھ کے چلا جاتا ہے

احمد[۱] تخلص سالک مسالک طریقت واقف رموز حقیقت منبع فیوضات حضرت اللہ میر احمد اللہ المعروف بسید چھوٹے صاحب خلف میر سبط اللہ صاحب مرحوم اصل از خاک پاک این بلده شریف و از سادات گرامی حسینیہ باعزوالی مراتب دانش سرحلقۂ ہوشمنداں و دریادلی فہم و بینش سرچشمۂ دانشوران عالمے اند باعمل و در فنون علمیہ فاضلے است و اکمل انوار زہد و اتقا از سیماء نورانی سیماہم فی وجوہہم من اثر السجود ہویدا و آثار ورع سداد مثلہم فی التوریات و مثلہم فی الانجیل در ذات حقائق صفات ہویدا با وجود شاہ بخت مندی ساغر خاطر عرفاں مائر از جوش رحیق مشاہده الٰہی مالا مال و صراحی دل لاہوت منزل بر ذوق صدائے قلقل اذکار خدائے لایزال آں ستے ہست کہ شغال تصوف بیشتر است رغبت بدیگر علوم کمتر اوقات متبرکہ روز و شب در

[۱] میر احمد اللہ ۔ سحر بیان (؟) ولادت در ۱۲... عرس از بیماری ہیضہ انتقال کرد۔

اڑ کر نکلا ہے چھتری دل پر طناز حسن　　سر سے پاؤں تک منقش جوں طاؤس ہے

دل سے یہ نقش نہ اکھڑے گا مرے تا لب گور　　اس نے مہندی لگے ہاتھوں سے جو کنگن باندھے

اشک جب گرتے تصور میں دُرِ دنداں کے　　رو لیتے خاک بھی وہاں جا کے تو گوہر ملتے

خاکستر پروانہ بہا دے گی جہاں سے　　گریاں رہی شمع اگر رات بھر ایسی

احسان تخلص مہد قوانین حلم و احسان محمد احسان معروف بہ پیارے جان خلف میر محسن از سادات رضویہ از امرایان نامی دولت مرہٹہ مولد و محل نشو و نما در قصبہ بروڈہ بوفور عقل و دانش ممتاز ہمعصران و در حسن اخلاق یکتائے زمان۔ در فارسی خط نیکو می نگارند از روئے چند شغل این امر می نمایند و اصلاح سخن از خیال خود سید امیر صاحب مفتون میکنند از ایشانست

سنتے ہی تیری بول چال ہمیں　　نہ رہی طاقت مقال ہمیں
وہیں آنکھوں سے بہ چلے آنسو　　جب کہ آیا ترا خیال ہمیں

احمد تخلص ہادی دہر استاد عصر جامع علوم و نکات حاوی مسائل و روایات، کشاف مشکلات حلال معضلات مقبول بارگاہ ملک الصمد مولانا مخدومنا سید احمد نور اللہ مرقدہٗ اصل از خجستہ بنیاد احمد آباد در جمیع فنون عربی فارسی فرید دہر و مرجع الاماثل بود اکتساب علوم ظاہری از سید میر عالم صاحب و اشغال باطنی از حضرت بڑا صاحب اخذ نمودہ بیشتر مطمح نظر قدسی اثر بتدریس و تعلیم بود و بسیارے طالبان علم استفادۂ علوم میکردند باوجودیکہ در جمیع فنون یکتا و بے ہمتا بود اما ریاضی والٰہیات ختم بر ذات شریفش شد درسالہ چند در ریاضی والٰہیات از تصانیفش یادگار روزگار است و استاذنا مولوی نور محمد صاحب کہ از اعظم فضلاء و

در تصانیف خود ہا نوشتہ کہ با شاعر اعلا طبع ہمطرز بودن دلالت است بر تیزی
فکر شاعر الحاصل اکثر کلمات شیرینش کم از قند مکرر نیست این زخلاصہ افکار خالص خلاصت

میں ہو کے خاک بھی رہا گریاں فراق میں — اشکوں سے میرے تر رہا دامن نسیم کا
وصف اسکی ہم نے سرخی پوشاک کے لکھے — ہر شعر ہے ہمارا صحیفہ کلیم کا

جو قریب خانہ آیا اُس کو دیوانہ کیا — سایہ پریوں کا بنا سایہ تری دیوار کا

دیدۂ بے گوں کا ساقی ہے جنوں — سلسلہ ٹوٹے نہ دور جام کا

نہ توڑ یوا سے بدمستی میں تو اے ساقی — جو شیشہ دل ہے تو ساغر ہے آبلہ دل کا
اُس بت کافر کو ٹھہرایا الجھکر پاؤں میں — سر پہ ہے احسان میرے رشتۂ زنار کا

پوچھا جو حال روزِ قیامت کا یار سے — رُخ سے نقاب نام پہ جا کر اُٹھا دیا
یاں تک ہے مجھ کو ذوق گدائی کوئے یار — سایہ کو سر پہ آیا ہما تو اُڑا دیا
وہ شرم سے کبھی نہیں آتا ہے سامنے — مجکو خدا نے کیوں نہیں رد بر قفا دیا

جو آتش جگر سے ہے سوراں ہر استخواں — پروانہ ہے ہما مری شمع مزار کا
دیکھا اس پری کو شمع جو دیوانی ہو گئی — رشتہ ہے اس میں میرے گریباں کے تار کا
روئے منور اس کا دلِ شعلہ رن مرا — اخلاص سامنا ہے یہاں نور و نار کا

وصل جو پوچھا دکھایا ابروئے رشک ہلال — مدعا یہ تھا کہ وعدہ اک مہینے پر گیا

تجرید و مراقبہ مصروف مہمد اگاہے تسکین آشنایان کا اے بہ از اسرار و معرفت می فرمایند
از سخنانِ حقائق بیان این است

دل کے شیشے میں ہے عکسِ رُخِ او ر پیدا　　　　عین مشہود میں ہے جلوۂ دلبر پیدا

احمد تخلص ثمرۂ شجرۂ سیادت سید احمد میاں از مشائخ زادگان این
بلدۂ متبرکہ سلسلۂ نسب بحضرت محبوب صمدانی سید عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ میرسد
دست ارادت در خاندان قادریہ دادہ چونکہ از ایام صغر سن شوق کسب باطنی و اتباع
طریقۂ نبوی بیشتر است تبتل و توکل را شعار خود ساختہ از دنیا و اہل آن گریزان و لہذا
شغل علوم ظاہری غایت کم بلکہ رغبتے بکلی نیست لیل و نہار مصروف صوم و صلوٰۃ و مشغول
درود و طاعات اند اکثرے از قوم نوایت معتقد و گرویدہ ایشان اند گاہے با برادر محبان
صمیمی فکر مضامین ریختہ می کنند اکنون از آن معترض کلی است بعد تصنیف اگرچہ کہ یافتہ شد
بتحریرش می پردازد و آن این است

نہ آیا کر کے وہ اقرارِ شب کا گھر مرے ہمدم　　　　جواب سنے میں ملتا ہے تو نظریں کیا چراتا ہے

اخلاص تخلص امیرزادہ الکرام عبدالرحمن خان نام عرف سید و میاں خلف
نواب مبارزالدولہ ابراہیم یاقوت خان بہادر نصرت جنگ المشہور بنواب باتو والی قصبہ
سچین من مضافات سرکار سورت امیرزادہ ایست متصف بصفات پسندیدہ و رئیسے
است مجمع اخلاق حمیدہ عرصہ چند سال است کہ راغب شعرگوئی اند ابیات رنگین و
نظم متین می دارند گویند در مکان فیض بنیانش محفل مشاعرہ منعقد میگردد صاحب
دیوان اند و یک داستان عشقیہ بطرز مثنوی قریب چند ہزار بیت بفصاحت تمام گفتہ۔
اگرچہ در تحصیل این فن چندان رغبتے نفرمودہ باوجود آن بالطبع بہائے شاعری در سخن کمتر راقم
آثم ہنوز شہد صحبت ایشان نچشیدہ مگر از مطالعہ اشعار مستفاد گردید کہ اکثر مذاق کلامش
ہم انکار شیخ ناسخ است و این ہم بر علو طبع ایشان دلیلے است بین چنانچہ ماہران این فن

اسقدر نیچا دکھایا ہے ندامت نے مجھے | اپنا سوئے آسماں دستِ دعا ہوتا نہیں
کیوں نہ لذت غم کو دیکھے تیرے شوریدہ کا گوشت | جو کباب بانمک ہے بے مزا ہوتا نہیں
دل پہ آتا ہے جلا کر خاک نامے کو کریں | نامہ بر کوئی ہمارا جز صبا ہوتا نہیں

حقیر کر دیا یوں روئے یار نے مہ کو | کہ چاند روئے منور ہے اور تارا چاند

دو قدم قاصد سے آگے بیقراری نے رکھا | کوئے جاناں میں میں پہنچا نامہ بر سے پیشتر

مر گئے ہاتھ سے چھٹتے ہی کنارِ دامن | رشتۂ عمر مگر تھا ترا تارِ دامن

گذر جاتا ہے سر سے بزمِ مستاں میں سبکدوشی | نہیں کچھ حاجت سرکردن ہمائے صہبا کو

احتیاجِ غازہ کب ہے حسنِ عالم تاب کو | کیا کتاں کی ہے حاجت چادرِ مہتاب کو

بس کہ مجھ کا مذبوحِ تیغِ جفا ہوں | ہم آوازِ ناقوس شورِ گلو ہے

واہ رے جلوۂ حسنِ رخِ رشکِ مہتاب | چاندنی ہو گئی شبدیز کی اندھیاری سے

سوزِ جگر نے موم سراپا بنا دیا | سنگِ مزار شکل ہے شمعِ مزار کی
سرسبز دل ہے یاد سے اس گلعذار کی | تاثیر ہر نفس میں ہے بادِ بہار کی

اُس کے نازک لب پہ ہے اخلاص خال — سنگِ اسود کعبہ سے بابِ مدینے پر گیا

پوچھا جو اسکا ہے جنوں کو نسیم سے — اک مشت خاک ہات میں لیکر اُڑا دیا

اُس پری کو کس طرح کوئی مسخر کر سکے — جس نے دیکھا اس کی صورت کو مسخر ہو گیا

کر دیا بیدار اب صیاد کو گلبانگ نے — اپنے حق میں بن گیا غنچہ دہن غمار کا

نہ کیونکر ضعفِ دل سے عشق رہے رشکِ قمر ہمکو — ہوئے جوں ماہِ نو ہم تو ازل سے ناتواں پیدا
عدم سے اشتیاقِ کوئے جاناں یہ رہا ہمکو — ہوا میں مثلِ طفلِ اشک دنیا میں رواں پیدا

رو کش فروتنوں سے ازل سے ہیں شعلہ رو — سوئے زمیں رُخ نہ ہوا آفتاب کا
سمجھے تھے کعبہ اس دلِ کافر کو اپنے ہم — نکلا یہ گھر تو اس ست خانہ خراب کا

از سر تو سلسلہ جنباں جنوں اخلاص ہے — یاد پھر آنے لگے اُس شوخ کے کاکل کے پیچ
ناتوانی نے کیا صیاد اب بے محنت اسیر — حلقہائے دام تھے دو دِل بلبل کے پیچ

بام پر آتا ہے جو وہ مہروش نزدیک شام — نکلے ہے خورشید شب کو یاں قمر سے پیشتر

یاد آتا ہے ہمیشہ قصۂ یوسف کا حال — مجھکو اشفاق پدر اور بغض اخواں دیکھکر

شب ہجراں میں تیری صبحدم تک اے مہِ تاباں ہمیں اختر شماری کے سوا کچھ کام اختر کو

اٹھا جو پُر غبار ہے اختر یہ دشتِ دل یاں سے مگر سواری کسی کی گذر گئی

مُو سا بہ سطر نہیں آتی بل ہے تیری کمر کی باریکی

اختر تخلص آمشش ضیاء الدین پسر منشی عبدالحکیم کمترد ربطِم ہندی
از والدین کمتر نیست در تار ہ مشقانِ سورت بحر طبع روانش پر جوش و خروش ہموارہ
شریک مشاعرہ سورت میشد دریں فن برہم صحبتاں تفوق دارد جرعۂ از صہبائے
فکرش ریختہ می شود۔

اُٹھ گیا سوتے میں برقعہ جب رُخِ پُر نور کا تھا رہیں سے آسماں تک اک شعلہ نور کا

آئینہ رو کی قدم بوسی کی کیا رکھیئے امید ہاتھ چومے سے مزاج اس کا مکدر ہوگیا

سنگِ دل گریہ کہاں ہے دیکھیے تاثیر اشک پانی پانی کر دیا پانی نے پتھر کا مزاج
قطرۂ اشک آنکھ سے گرتے ہی دریا ہوگیا غم میں بحرِ حسن کے پانی ہے گوہر کا مزاج
میری آہِ سرد سے دم میں ہوا اُسکو زکام کیا ہی نازک ہے یارب ہے دلبر کا مزاج

برنگِ بلبل تصویر گرچہ ہل نہیں سکتے پہ جوں رنگِ حنا پرواز کی رکھتے ہیں طاقت ہم

اشعۂ نیک سے لئے اک عالم تہ و بالا کیا حادثے ملکوں میں اس آختر درار کے

سلہ آخگر در ہنگام جوانی در سورت مُرد۔

آحقر تخلص بدر ارشاد علی شاہ اصفعفا نامش مطلع نیم ازاوست
جاوے مرا اگر وجو اگر باغ میں تڑکے　　　گل ہو کے خجل گر پڑے ہر شاخ سے جھڑکے
اختر۔ تخلص احمد علی نام از باشندگان حیدرآباد دکن سالہائے سال
عمر عزیز خود را در سورت گذرانیده ملاقطب الدین قطب پیوسته در مصاحبت
خود می داشت گویند خط نستعلیق را ہیچو خط یاقوت بسان شیریں می نگاشت شاعرے
بود نیک فکر درست اندیشه وجوانے بود دل خستهٔ عشق بیشه نظر بتخلصش از نیرنگی
گردش تقدیر پایش گرفتار سلسلهٔ عشق پری پیکرے ماہ طلعتے از اہل نشاط مہتاب نام
شده مہتاب محبت در دلش پرتو انداز گشته یکبار متاع صبر و شکیبائی ورخت
ہوش وہوشیاری بر باد داده داغہائے حلقهٔ انگشت او سراکثر اعضا خورده بود
در عشق آں شمشاد قد گلعذار ہموارہ خود را رشک سرو چراغاں می نمود از حیدے حالش
روشن که گردش فلک آں آختر دل سوخته را کجا برد اعلب که ستارهٔ زندگیش ہبوط کرده باشد
رعشہ کرے ہے جو ہر آئینہ جوں سراب　　　وحشت فزا ہے یہ ترے عالم نگاہ کا

دیدار سے معشوق کے ہے حیرت عاشق　　　ہے برگ گل آئینہ حیرانی بلبل
کی مشق طپیدن جو زبس اس نے چمن میں　　　ہے نکہت گل گرد پرافشانی بلبل

محروم برگ سبز ہوں میں مجکو چاہئے　　　سرمایۂ بہار کو وقف خزاں کروں
سرگرم غسل دیکھ کے عیروں کے ساتھ اسے　　　دل چاہتا ہے آنکھوں سے دریا رواں کروں

بسان شمع دل کو ہر دم از خود رفتہ پاتا ہوں　　　سفر ہے یاں اقامت میں بھی اپنی جان مضطر کو
طلوع مہر تاباں کس طرح ہوتا ہے ہم دیکھیں　　　ذرا سرکائیے چہرے سے اس زلف معنبر کو

خیالاتِ رنگیں وصحیفۂ خاطر خطیرش مہبطِ انوارِ افکارِ متینِ بلبلِ خوش نوائے گلشن درباغیاں
مضامینِ مترنم سرائے چہچۂ دلکشِ شیریں زباں وطوطی خامۂ ندرت طرازش بگویائی سخنانِ
دلفریب شکرستان دیوانِ رشکِ گلستانش بمطالعہ رسید وایں چند گلہائے چید

کیا کیجے بیاں تیری تجلی کے اثر کا — جوں خطِ شعاعی ہے ہر یک تار نظر کا
آگے اشکوں کے رہا ایک نہ گھر میں تنکا — گھر بھرا تھا مگر اس دیدۂ تر میں تنکا

غمزہ و ناز و ادا سب نے کی یورش ایک بار — کون تھا اُن میں کہ وہ دست بخنجر نہ ہوا
آگے معلوم نہیں کس نے کیا قتل امیر — قاتل اس کشتے کا لوگوں میں مقرر نہ ہوا

جانے سے دل کے آٹھ پہر کا خلل گیا — کھٹکا سا کرے تھا پہلو میں کانٹا نکل گیا
ایسا ہی ہے کہ دل کو بھی سلیں گے یوں ترے — بے وجہ میرے آگئے وہ مہندی مل گیا
خوابِ گراں سے آنکھ جو میری کھلی امیر — کیا دیکھتا ہوں روزِ قیامت بھی ڈھل گیا

رقیبوں سب کچھ بہت ہی کچھ چاہا مگر اس نے — میری آغوش میں تجھکو خدا جانے کہاں دیکھا

گھائلوں کو سبز رنگوں کے امیر — ہوا اگر مرہم بھی تو زنگار کا

ترا یہاں تک تصور کر کے میں رویا کہ آنکھوں سے — تری صورت کا آئینہ تھا جو قطرہ ٹپکتا تھا

دیکھ حیرت میری بالائے گلو — چلتے چلتے اُس کا خنجر تھم رہا
یہاں تلک افسردگی خاطر کی ہے — اشکِ خوں آنکھوں میں آ کر جم رہا

یوں چشم سیہ تاب کو مرے نے کیا تیز   تلوار کی جوں سنگِ فساں دھار نکالے

اَظہر تخلص یکے از شعرائے متقدمین گجرات است با وجود بودن متخلص باظہر اسم و رسمش ظاہر نیست سوائے ایں مقطعِ غزل شعرِ دیگر بنظر رسیدہ ازیں ظاہر است کہ دریں فن فکر درست نداشتہ ہدامن سخنہ

اَظہر کو کیا قتل تری بانکی ادا نے   اے کافر بدکیش مری داد دلا جا

اضعف تخلص ارشاد علی شاہ مرشد طریقت خرقہ پوشان سورت است فقیریست متواضع و خاکسار سیلش دریں روزہا از نود متجاوز کردہ باشد گاہے بفکر سخن می پرداخت شنیدم کہ در عالم شباب سودائے زلف پری پیکرے پردہ پوشی در سر داشت گاہ گاہے روئے خود را ہمچو زلفش سیاہی زدہ صد چاک گریباں بحالِ پریشاں بسانِ اشک با ہجومِ طفلاں احرام جنوں بستہ خر سوارہ بکوچہ سر بستہ اش گذر میکرد تا بتقریبِ تماشا آں ماہِ چاردہ بر لب بام طلوع نماید دیدۂ چشم منتظر را رشکِ چادرِ مہتاب سازد سوائے ایں یک شعر دیگر اشعارش بدست نیفتاد۔

تھی ازل میں دوستی اُن سے ہماری ہوگئی   عاشقی کا ہیچ عالم کے بہانا ہوگیا

آفروز تخلص عمدۃ فقہائے صایب مولوی محمد صاحب ابن مولوی حمید الدین تولد و نشو نما دریں شہر است از اولادِ امیر المومنین ابی بکر رضی الدین بر مولوی گری عدالتِ ایں شہر قایم بودہ علم و فن مستحضر دارند عالمے است خوشخو خوش خصال رضی المقال رضی الافعال مالوف بغزل کمتر راغب قصائد و تاریخ بیشتر من نتائج افکارہ

اب ذرا سمجھا ہے اپنے دل میں لیکن بیشتر   عشق میں آفروز بھی اسکے بہت آوارہ تھا

اَمیر تخلص سر آمدِ فنونِ ہنر پروری ماہرِ علوم عقلی و نقلی سید میر علی از سادات علیہ رضویہ تولد شریفش در دار الخلافت دہلی رو دادہ ولیں تمیز دریں ممالک رسیدہ تبحرِ خلق و کمالِ آں سر چشمۂ فضل و افضل ناپیدا کنار است لوحِ دلِ صفا منزلش محلِ نقوش

سر اگر جاوے تو نہ دیویں سر — بے وفا ایسے باوفا ہیں ہم

شوخی تیر حسن ہے بے لطف شک نہیں — ہے بے مزہ وہ چیز کہ جس میں نمک نہیں

کون آتا ہے سیر دریا کو — شمع سے ہے حباب میں روشن
ایک ہے سو ہزار لاکھوں میں ہے — ہو یہ نکتہ حساب میں روشن

عین ظلمت ہے نور وہ جس کا — نور سے تیرے اقتباس نہیں
خوں ہوئے اسمیں لاکھوں اور اب تک — حیف رنگیں فلک کا لباس نہیں

ہے دہن درج گہر اس کا ولے کیا فائدہ — مار زلف اس گنج کے نزدیک ہیں بیٹھے ہیں کے دو

کلیجا ایک عالم کا یکایک ہو گیا ٹکڑے — الٰہی رخصت نیش یہ کس نے دی ہے مژگاں کو

چھوڑے ہوئے بیٹھے ہیں ہم ساری خدائی کو — اب وویں تو اے ہمدم کس کس کی جدائی کو

رکھے ہے خار ہر یک کھینچ کے داماں مجکو — پر محبت نہ نظر آیا بیاباں مجکو
باعث ایذا کا ہوا دل کا پھنسانا مجکو — تنگ کرتا ہے بہت زلف میں شانا مجکو

ہاتھوں سے خوبرویوں کے تلوار کھائیو — لیکن فریب ان کے نہ زنہار کھائیو
اس بدزباں کو چھیڑنا اچھا نہ تھا امیر — اب دے جو گالیاں سر بازار کھائیو

ہوں سینہ صاف سادہ رخوں پر زیادہ عشق　　نکھرے یہ اُس کے آئینہ حیران رہ گیا

یارب تنِ کافر سے بھی یوں جان نہ نکلے　　جس طرح مجھے کوچۂ جاناں سے نکالا
اس چرخ کو یہاں تک ہے دلِ خوش سے عداوت　　جو پھول تھا اس کو بھی گلستاں سے نکالا

تشنہ لب دشت میں چھوڑا نہ کبھو کانٹا ایک　　جن دنوں ہم کو سرِ آبلہ فرسائی تھا

جوں جوں تو قطع دوستی میری کرے گا یار　　بڑھتی ہی جائیگی شجرِ تاک کی طرح

کب آسماں رسا ہو دعائے پر آرزو　　سنگ گراں نہ پہنچے جو ہووے مکاں بلند
گردل میں دھیان اٹھنے کا کیجے تو عشق ہے　　بالیں سے خاک سر کریں ہم ناتواں ملند

جوں بوئے مے آوارہ ہوں اس سے کہ ہوئی ہے　　مدت سے رہِ خانۂ خمار فراموش

گالی بھی اس ملیح کے ہونٹوں میں ہو ملیح　　ہر تے نمک کی ہوتی ہے تاثیر سے نمک
کیا خوب زخمِ یار کا ہمارے کیا علاج　　ملوا دیا ہے شوخ نے زنجیر سے نمک

اس کے اس نازک لبوں سے دیکھیو طرزِ سخن　　جھڑتے ہیں کیا نکھڑی ہے پکھڑی کس کس کے پھول

مت تیغ میاں سے نکالو　　بن مارے تمہارے مر گئے ہم

اس کے دیدار کی اُمید خدا سے ہے امیر　　　روؤ اتنا کہ رہے پھر بھی بھلا کام کی آنکھ

ئی صورت نظر آتی ہے ہر ایک اشک میں ہے　　　مگر ہے صفحۂ ارژنگ اپنے چشم کا پردہ

بات ہکی منہ سے نکلے ہے کہے گر ہوش کی　　　فصل آ پہنچی مگر پھر کر جنوں کے جوش کی
خندۂ قہقہہ کے آتی ہے مرقعہ سے صدا　　　ہے مگر اس میں شبیہ اس زعفرانی پوش کی ۔

آج عاشق لے ترے او بت مغرور سنا　　　جان دی شمع صفت صبح کے ہوتے ہوتے
مجھے کیا جائے نصیحت ہی بھلا سوچو امیر　　　تم اُسے دیکھ کے کیا دل کو نہ کھونے ہو کھوتے

مرگ کے بعد بھی چھوڑا نہ جلانا تم نے　　　شمعِ تربت کی مری کرکے جو خاموش چلے

شرما کے کچھ اور چرا کے آنکھیں　　　منہ موڑ کے اور مسکرا کے
کس لطف سے بوسے کی اجازت　ق　دی اُس نے فدا میں اس ادا کے

کھاتا جنگل میں کون مجکو　　　تھی خاک تو میری اس گلی کی

ملے بر اُن سے جی کیا ہے مشکل　　　بنے ہیں جو بر دکیسے بلا کے

انجم تخلص سر دفتر سیاہہ نحیا صدر نشین زمرۂ شرفا بیت الغزل جریدۂ سیادت مطلع دیوانِ سعادت مقبول بارگاہِ لم یزلی میر احمد علی خلف سیّد امام بخش سجادہ نشینِ درگاہِ عرش اشتباہ سید محمد سراج الدین شاہ عالم قدس سرہٗ چون نسب بغیر

مہ و خورشید اس کی محفل میں — جیسے اندھے چراغ ہیں دونو
بیٹھے ہیں منہ بنا امیر اور یار — آج کیوں بدماغ ہیں دونو

ہر آن یادِ زلف جہاں مشک سودہ ہو — اس زخمِ دل کو کب کسو مرہم سے سود ہو

وہ جلوہ کب نہاں ہو دل پاش پاش میں — صہبا کہاں سمائے جو مینا ہو چور چور

یہ جانو کہ کشتہ ہے اس چشمِ شوخ کا — جو جائے سبزہ خاک پہ مژگاں چور ہو

تھی بس کہ زخمِ خنجرِ قاتل کی آرزو — خوں ہو گئی ہے دل ہی میں اس دل کی آرزو
تا دیکھے چھپ کے رُخ ترا پروانہ گرد آئے — رکھتی ہے شمع پردۂ حائل کی آرزو

میں کہا آج کی شب ہاں بھی کرم کیجے ذرا — پاؤں کی مہندی کا ہاتھ آیا بہانا اس کو

ہے رسن فیض سے رُخسارِ درخشاں کے امیر — طعنہ زن مہر پہ اس رشکِ قمر کا تکیہ

یارو آئینے سے تم کیجو مری لوحِ مزار — دھیان رہتا ہے پری کا مجھے تصویر کے ساتھ
یاد پھر آئی ہے شاید کہ اُسے کاکل کی — بوئے مشک آتی ہے جو نالۂ شب گیر کے ساتھ

جاں مری سوزِ دلِ بلبل سے جلی اے امیر — ہوگیا بر وقت آبِ تیغِ قاتل سوختہ

حرف الباء موحدہ

باقر تخلصِ اسوۂ شعراءِ الملح فصحا سخن پرور نظم گستر اُستادِ مسلم میر باقر علی
بخاری از فرزندانِ حضرت شاہ عالم مولد در زین البلاد احمد آباد اکثرا وقات بتقریب
درسِ فارسی کہ سردارانِ دولت انگریزی استفادہ علوم میکردند سیر اماکن دکن و خاندیس
فرمودہ انواعِ حسبِ فضیلت را بانسب سیادت جمع میدارند فاضلے است سخن سنج نکتہ
پرور و عالمے خوش کلام و خوش فکر یکتا در رسوم شعر و قوافی و انشا و عروض بے نظیر روزگار
است طبع تسریفش بخیالاتِ فارسی موزونی تمام دارد گاہے بتحریک ہم عہدان خود فکرِ سخن
بریختہ زبان میکردند خلاصہ خیالات ایشاں است

حو لب سے اپنے تبسم وہ گلعذار کرے دہانِ غنچہ صبا کیوں نہ بخیہ دار کرے

عکسِ جوہرِ دمِ شمشیر دو دم میں قاتل نالۂ نالاں کے لئے سرمۂ خاموشی ہے

باقی تخلص یکے از متقدمان مشاہیر شعرائے احمد آباد است در پردہ اخفا باقی
ماندہ از وست

خدایا کیسے ویرانے میں تو نے ہم کو ڈالا ہے نہ دلبر ہے نہ ساقی ہے نہ شیشہ ہے نہ پیالا ہے

بخشش تخلص شیخ احمد نام المشہور بہ بخشو میاں شاگردِ میراں آن اللہ باد رآباین
تاجرانِ نامی سورت میباشند صاحبِ ذہنِ عالی بودہ در فارسی و گجراتی شایستہ
قدرتے داشت از جانب سرکار کمپنی بر تعلقہ منصفی قایم بودہ کتابے کثیر الحجم مسمی بہ
حدیقۂ احمدی مشتمل بر احوالِ غزوات جناب رسالتمآب و خلفاء الراشدین و ایمہ
اثنا عشر و سایر ملوک روم و شام و ہند و فرنگ و راجہائے ہندوستان بعبارت سلیس
تالیف ساختہ و دیباچۂ او را بنام نواب قمر الدولہ افضل الدین خاں بہادر والی سورت

احتیاج شرح و بیان نمی دارد لہذا بتحریر احوال فضائلش می پردازد دل صفا
منزلش چوں سیرتِ بزرگانش از توہمات امورِ دنیوی صاف صاحبِ خلقِ عظیم
و حلمِ عمیم حسبِ حقیقت بخشش ہو جدانہ دوست و دشمن را یکساں می نمود از مشکلات
تحصیلِ علومِ فارسی را بدرجہ بلند رسانیدہ گاہے باشتغالِ فکرِ سخن بتکلفِ اوقاتِ خود
می باشند و خود را از شاگردان میر کمال الدین حسین کامل می شمرند از نتائج افکار اوست

کوں اس مت سے کامیاب ہوا | بخدا جو ہوا خراب ہوا
ہو گئے سب اس کے محو عشق اُن کے | گر میرا حشر میں حساب ہوا

حالت نزع میں اُڑھا دینا | میرے سر رو کی آسمانی شال

اللہ رے کیا پیچ ہے قسمت کا ہماری | جو پیچ میں زلفوں کے وہ رکھتا ہے ہمیشہ

اسحٰق تخلص محمد اسحٰق نام از طالبانِ سورت بر اکثر اصنافِ علوم عبور نمودہ
گلدستۂ معانی رنگیں کہ از تار و پودِ فکرِ متین او بارتباطِ الفاظ پیوستہ ہیچ یک نقش
زیبا در دیبا بدیں خوبی صورت نبستہ چوں در اکثر اشعارش مضامینِ حلوات و شیرینی
بیک مذاق نیکو یافتہ میشد حافظ داؤد دلکش از شوخی و شکر خندگی میگفت کہ ایں شاعر
شیریں کلام اسحٰق اطعمہ ما است با وجود قابلیت ہمچو زلف خوباں از انکسار شکستہ حالی
سرِ تواضع در پیش می دارد اگرچہ شاعرِ مذکور اشعار بسیار می دارد اما بنا بر عدم رسید
ناچار بریں بیتِ مشہورش اکتفا کردہ و ہو ہذا
کاش کے کوزہ بنا ہوتا اگر اسحٰق تو | تشنہ لب ہو وہ ملاتا تجھ سے کس ڈھب سے لب

سکھادو ہم قفس کو چال تم اسیری کی	کہ پہلے دام میں الفت کے دل پھنسا ہے آج
شہید کون ہوا دشنۂ محبت سے	کہ اس کے کوچہ میں یک طرفہ ماجرا ہے آج

زبان خامۂ الفت کی ہو گئی گونگی	وگرنہ ایک گلے کے سو جواب لکھتے ہم
جو خط کے پڑھنے سے تحسین اگر وہ ہوتا حق	ملا دو مشفق و عالی جناب لکھتے ہم

فرش گل پر وہ قدم رکھ کے ہوا چیں بجبیں	ہر رگ گل کو کف پا کی نزاکت معلوم

کیا کام ہمیں چتر سے اور ظل ہما سے	طوبیٰ سے ہے خوشتر تری دیوار کا سایہ

جب کہ اس گل کا مجھے سبزہ یاں[1] آتا ہے	تن بے جان میں سو رنگ سے جان آتا ہے
چال اٹکھیلی کی چلتا ہے خدا خیر کرے	حشر برپا یہ کہیں ہو یہ گمان آتا ہے

یہ دل کو تاب ہے تن میں تواں ہے	فقط ایک دم سو دم کا مہماں ہے

بسمل تخلص اسمش ظہیر الدین ابن غلام محی الدین قاضی قصبۂ اکلیسر از تازہ مشقان این شہر است و درین فن شاگرد عم خود مدار الدین مہتاب لذوست

تیرے شوق وصل میں رو رو کے جوڑا سہرا آج	طفل اشکوں کو بنایا دیدۂ خونبار نے

موتیوں کا ہار سینہ پر تمہارے دیکھکر	سینۂ عاشق پہ حسرت کے کئی پھوڑے ہوئے

بریاں تخلص یکے از شعرائے ما تقدم گجرات است حقیقتش کما حقہ بوضوح نپیوست منہ

جب مصور نے پری زاد کی کھینچی تصویر	لے لیا ملک فرنگ چین کو تسخیر کیا

[1] سبزہ یاں لفظ مہمل مرادک الا صاف ہے

نوشتہ واز اتفاقات حسنہ میاں سجوؔ صاحب مادۂ تاریخ اتمام تالیفش را نام میر افضل الدین یافتہ و بدیں صورت بسلک نظم کشید تاریخ :۔

بعہد افضل الدین خان نواب | مرتب گشت تاریخ نگاریں
زکل تاریخ ہا اعلی و افضل | دلیل اصلیت بس بود ایں
کہ آمد سال تاریخش برابر | بنام نامی میر افضل الدیں

در شہر شوال سنہ خمس ستین و مأتین بعد الف ازیں جہان فانی بعالم جاودانی رخت ہستی بربست و نواب مصطفیٰ خان شیفتہ تاریخ رحلتش از دار الخلافت دہلی مدینۃ گفتہ فرستاد تاریخ :۔

کیا کیا انکو ستم عدم آباد کو گئے | ملک جہاں خراب ہوا ایک سال میں
حاصل اس جوان صالح و دیندار کا فروغ | نکلا جو مدرسے بھی زیادہ کمال میں
بخشو میاں یہ نور جو رسا دم وصال | سال وفات آگئی میرے خیال میں

از دست ۔

اس رشتۂ الفت میں یکسوئی کا عالم ہے | ہر چاک گریباں کو کب تک ہی سیا کرتا

وعدۂ وصل سے غیروں کے تو دل شاد کئے | ہاں مگر ایک دل بخت کا جلانا جانا

کمان عشق سے چھٹ کر لگے ہزاروں تیر | جب اس کی ابرو مژگاں کے سامنے دیکھا

عہد پر اب یہ دلربا نہ رہا | نہ رہا پر وہ لے وفا نہ رہا

لگا ہے نشتر غم دل میں اک شک مسیحا کا | مری بالیں پہ اے ہمدم نہیں کچھ کام علیسیٰ کا

عشق سیمیں بدن کی دولت سے　　داغِ دل درہمِ طلائی ہے

بیتاب تخلص بدرالدین نام ابن حافظ محمد شریف از متوطنان این بلده است چند سال در خدمت والا مرتبت حضرت قبلہ گاہی ماندہ دو سال است کہ در سرکار نواب بادشاہ بیگم صاحبہ براشاپرداری مامور شاعر متورع و متدین است طبعِ موزوں می دارد بارہا شریک مشاعرہ بیشتر از خیالات اوست

شکل آئینے میں مت دیکھ پری رو ہر دم　　ورنہ اپنی ہی تو صورت کا دِوانہ ہوگا ۔

اعجازِ عیسوی سے لبِ یار کم نہیں　　زندہ کیا ہے جس نے مسیحا کا نام آج

کشتۂ ناز ہے ترا بیتاب　　او مسیحا ذرا ادھر کو دیکھ

سُرخ دامن پر کناری کی نہیں تحریر ہے　　شعلۂ سوزاں دل بے تاب دامن گیر ہے

بیہوش تخلص میر رمضان علی صاحب از ہند بودہ سالہا در سورت اقامت داشت وہمانجا انتقال از دار فانی کردہ بیہوش سرمست ارادت عبداللہ شاہ تجرد بودہ چنانکہ او خود میگوید شعر

تصور کر تو اے بیہوش اس آئینۂ دل میں　　کہ آتی ہے نظر بس شاہ عبداللہ کی صورت

ازوست

موسمِ برسات میں دلبر ہوئے پاس حیف　　اور کیا رکھیں گے تجھ سے اے فلک ہم آس حیف
طالع بد کی شکایت کس کے آگے کیجئے　　ہم کو چاہت آپکی ہر گز نہ آئی راس حیف

بلیغ تخلص غلام قادر نام مولدش لکھنؤ نشو و نما در دکن یافتہ از عرصۂ دہ
سال دریں نواح رنگ اقامت ریختہ حال از چندے در سلک ملازمان گائکواڑ
منسلک است و در بندہائے آپا صاحب برادر مہاراجہ گائکواڑ والی بڑودہ میباشد زیادہ
ازیں چہ نوشتہ آید کہ کلام بلیغ بلیغ است از فکر کردۂ اوست

زلف کی یک گرہ کو کر کے خطا — رشک صد نافۂ ختن باندھا
نہیں دنبالہ سرمے کا اوس چشم — سیلے ڈورے میں ہے ہرن باندھا

دیکھ کہتے ہیں اُسے اہل جہاں ناحق گہن — دودِ آہِ عاشقاں سے ہے جو کالا آفتاب

خواہش ہے پھر رنگ شنجرف کی بلیغ — آنکھوں کے خوں سے اپنا شبستان ہو آج سرخ

ہو برقعہ پوش اس لئے جاتا ہے باغ میں — تا چمن کے آئے بوئے گل اس کے دماغ میں

جوش کھاتا ہے سمندر دیکھ ماہِ چاردہ — موجزن ہوتا ہے بحر اشک روئے یار دیکھ

بہادر تخلص شیخ بہادر جد بخشو میاں محسن حد الیس بخشند شنیدیم کہ بسیار
مرد وجیہ و خوش اخلاق و در معززاں ہمعصر خود طاق بود ہ از زادہ طبع اوست

ہیں بخومی حساب میں حیراں — جب سے پایا ہے ریب وہ دُرِ گوش

بہادر تخلص شیخ بہادر عرف شیخو میاں پسر بخشو میاں محسن از نو سخن گویان
سورت است از وست

یہ ضعف ہے کہ صورتِ قالیں کی طرح اب — کروٹ کا پھیرنا ہمیں دشوار ہو گیا

حرف الثاء

ثنا تخلص شیخ ثناء اللہ از شیخ زادگانِ احمد آباد بوده واز اجلِ تلامذه محمد ولی المتخلص بولی وکسب فیض باطنی از خدمتِ مخدوم العالم مولانا محمد نور الدین حسین صدیقی السہروردی حاصل ساختہ و در زمان محمد شاه در ہنگام زخمی شده حضرت مولانا شربتِ شہادت چشیده و عمرِ گرامایۂ خود را بصدقِ دل نثار پیرِ خود کرده۔ محاوره اش با محاورۂ حال فرقے دارد و بعید مضامین درست می یابد اما این یک دو شعر کہ موافق محاورۂ جدید اہل گجرات است از سفائن قدیمہ بہم رسیده دریں اوراق ثبت گردید۔

یہ ہو گئی ہے اُسے نام سے ثنا کے ضد — کہ ثنا خدا کی بھی وہ بت نہیں کیا کرتا
ثنا کا کام یہی ہے کہ اپنے مُنہ سے بس — سدا ثنا دہنِ یار کی کیا کرنا

آگے اُس قاتلِ خونریز کے مقتل میں ثنا — جس نے سر اپنا جُھکایا وه سر افراز ہوا

حرف الجیم

جولاں تخلص حافظ کلام اللہ شیخ علام شاه جانشینِ میاں مخدوم قدس سرہٗ کہ از اجلِ خلفائے حضرت شاہیہ میباشند چوں نسب صدیقی میدارند بصدقِ اتحادِ یکرنگ استفادۂ علمِ عربی از خدمتِ زبدۃ المحققین قدوۃ المجتہدین جناب مولانا دادا میاں صاحب حاصل نموده قراءتِ قرآنش از زمزمۂ خوش الحانی با آہنگ اِنّ من البیان لسحرا مستمعان را مدہوش میسازد۔ و مرد رنگیں طبیعت و رنگیں خیال سیکھو نیک خصال دریں فن از تلامذه میر کمال الدین کامل است

حرف التاء

تجرد تخلص عبداللہ شاہ نام تجرد شعار در علم ظاہر و باطن ممتاز روزگار از قدیم سخن طرازان سورت است بہ نسبت ہندی در فارسی زبان اشعارش زیادہ مشہور است خورشید وار مجردانہ از مشرق بجانب مغرب شتافتہ در سورت مسجد مولوی غلام محمد صورت اقامت انداختہ بعد چندے بسفر عدم آباد پرداختہ نظر تخلص بود بعضے در مشورۂ سخن تجرد را با عزلت منسوب کردہ اند رنگ ایں مضمون ریختہ کلک اوست

اس رو میں لطف ہے سو ملک کو خبر نہیں	خورشید کیا کہ اس کے فلک کو خبر نہیں

تبسم تخلص عبدالکریم مولدش سورت است اکنوں از چند سال بتقریب دادن درس زبان اردو بصاحبان وارد لندن در بمبئی اوقات بسر می برد در زمان گذشتہ بتقاضائے وقت بہ صحبت ملا قطب الدین گاہ گاہے چند کلمات موزوں می کرد بمشاعرہ انجا میشد حال شاید لب ازیں خندہ بستہ ایں یک موج از تبسم غنچۂ افکارات تبسم است

رواں تھا قافلہ اشکوں کا جو مرے ہمدم	سو اس تبسم غارت نے بانے لوٹ لیا

تسکین تخلص برادر عزیز مولوی میر حفیظ اللہ خاں کہ بصفات حسنہ و اخلاق رضیہ تفوق بر ہمعصراں دارد ذہن ودکا و فکر رسا در ذاتش ظاہر است و در کم سنی استعداد معقول در فنون منقول و معقول و نیز در گجراتی و قوانین آں قدرت کاملہ بہم رسانیدہ از ایام قلیل شوق سخن گوئی پیدا کردہ از نتیجۂ فکر اوست

ڈالے نہ کیوں وہ مصحف رو پر نقاب کو	حفظ ادب کو رکھتے ہیں قرآں غلاف میں

آمدہ بود مبلاحظہ درگذشت الحق کہ مضامین فارسی را دلچسپ یافتہ است چون دریا

سفینۂ لآلی آبدار اشعار ہندی کہ ہمچون صدف مملو است گذاشتہ شد مگر در ریختہ

کہ رگ خامہ اش کم ریختہ است این شعر پسندیدہ شد

کیا جانے بھلا لذت دیدار کو اس کے جب تک کوئی با دیدۂ خونبار نہ ہووے

حزین تخلص حافظ غلام حسین از ارباب سورت است در ہنگام دیوانی

بالو سیتارام بدر بار گانگواڑ جاہ و منزلتے کہ داشت نصیب دیگراں شدہ مرجع و

مآب امیر و فقیر بودہ دیوان در خدمتش اعتقاد مریدانہ می داشت و حسن سلوک بجا

می آورد آگاہ نیم کہ چہ حادثہ پیش آمد یکبار کربت غربت را بر آرام و راحت اختیار

کردہ سالے چند غریب الوطن ماندہ چون صانع ازل خمیر پیکر اسش را بآب عشق بازی

سرشتہ و داغ جانگداری سر دلش نہادہ بسمل دشنۂ نازنیں صورتان پری پیکر و

زخم خوردۂ خدنگ محبت گلرخان خورشید منظر است امروز عمرش از ہشتاد متجاوز

چون جوانان عشاق مزاج نظارۂ حسن ملیحان بے طاقتانہ دیدید طلعت سیمیں

اندامان مضطربانہ بہر صورت حزین خاطر حزین خود را مسرور می دارد و بوطن مالوف

خود کہ سورت است بے پروایانہ عمر خود بسر می بردمن افکارہ

یہ صورت دیکھتے ہیں ہم چھپائے جسکا جی چاہے
دھرا ہے ہاتھ پر دل کو چھپائے جسکا جی چاہے

یہ نقد دل سر کوئے بتاں پر ہم نے ڈالا ہے
غرض ہم کو نہیں اسکی اٹھالے جسکا جی چاہے

کرے شکوہ حزیں کیونکر جفا و جور عالم سے
یہ عاشق دل ہے بے پروا ستائے جسکا جی چاہے

تو قید سے باہر نہ نکل اپنی زلیخا یوسف کا ترے اور خریدار نہ ہو جائے

حسن تخلص سید حسن نام خلف میر باقر علی باقر اکتساب علم فارسی از پدر

خود کردہ بخوش نویسی معروف مرد خجستہ اطوار است و از شعرائے مشہور احمد آباد و

از افکار اوست

کیوں دشت کو ہو نہ سرخروئی　　ہر خار کو ہے زیارت پا

گرم جولاں یار کا رہتا ہے توسن آجکل　　باد بھی اس کا نہ چھو سکتی ہے دامن آجکل

جوش تخلص سید عبد الرحیم از باشندگان این بقعہ شریفہ از سالے چند اقامت پذیر سورت اخلاق حمیدہ می دارد و در فارسی نثر پسندیدہ می نویسد بعد اتمام رسیدن این اوراق شیرازۂ عمرش گسستہ شد حیف کہ جوان مرد و کان ذالک فی شہر جمادی الثانی سنہ ثمان وستین ومائتین بعد الف صب اللہ علیہ سحاب الرحمۃ و الغفران واسکنہ بحبوحۃ الجنان اوراست

روئے یہ نہ کر میرے دل آزار تبسم　　ہے تجکو ہنسی اور مجھے تلوار تبسم

حرف الحاء مہملہ

حامد تخلص عمدۃ التجار شیخ حامد بخش میاں بخش مہین پسر اوست از سرکار انگریزی بخدمت منصفی ممتاز بودہ از سخنان اینا نست

مانگ اس کی تو مان مانگے ہے　　دل کو لیکر یہ جان مانگے ہے

ابرو کرتی ہے ہمسری اس کی　　روبرو اب کمان مانگے ہے

حجاب تخلص محبوبہ ایست کشمیر الاصل بر فاقت یک شخص مسمّٰی کہ در جنگ کابل بخدمت ترجمانی ہمراہ امیران دولت انگلشیہ بود وارد بمبی شدہ چندین اقامت داشت سطر تخلص آن نامش از حجاب بر نیامدگاہے در ہندی موزوں می کند اما در زبان دری آن رشک کبک دری گفتار چون رفتار خوش می میدارد وغزل فارسی مع یک غزل ہندی بوساطت شخصے نزد فصاحت مآب مشفقی غلام محمد المعروف بمیاں سمجو

خوشتر تخلص سید قادر میاں نبیرۂ سید مہدی صاحب مرحوم کہ اوصاف جمیلہ ایشاں مشہور است طبع رسا ذہن ذکا میدارد در فارسی و عربی استعداد معقول هم علم فرائض بخوبی مستحضر دارد رفتار و گفتار بطرز نوجوانان درست و خوب است چوں معاشر مشائخین بر خدمت مریدان صورت می بندد لهذا اقامتش گاہے در سورت و گاہے در احمد آباد از راقم تعارف بحسن وجہ جاری است من کلامہ

وہ رخ گلگوں جو آئینے میں عکس افگن ہوا　　　تختۂ آئینہ رشکِ تختۂ گلشن ہوا

کثرتِ داغوں سے پہلے دل ہوا رشکِ چمن　　　پیرہن بھی پھر تو سرخ اشکوں سے گلگوں ہو گیا

تھا تصور اس قدِ موزوں کا دل میں اس قدر　　　نالہ بھی اس دم جو نکلا دل سے موزوں ہو گیا

ہم اس کی ہوا خواہی میں جس طرح ہوئے خاک　　　اس طرح سے واللہ نہ برباد کوئی ہو

خوشتر تخلص شخصے است از قوم بوا ہیر سورت سالہا طرفِ بنگالہ و اودھ و صوبہ بہار بسر بردہ می گفت صحبتِ خواجہ حیدر علی آتش و شیخ امام بخش ناسخ را دریافتہ ام گویند علم عروض و قوافی خوب مستحضر داشت و در ایامِ اقامت نواب ابراہیم خاں والی سچین المتخلص بمحب در سورت کہ بمکان خود محفل مشاعرہ منعقد می ساخت خوشتر با میاں تمیجو صاحب و حافظ داؤد دلکش و سید و میاں اخلاص در یک وزن و قوافی با یک دگر اشعار گفتہ غرضکہ ہر مصراعِ خوشتر خوشتر از قامتِ موزونِ خوبان قیامت قامت و ہر شعرش جواب مطلع ابروے مہ رویانِ زیبا طلعت۔ از چندیں در برودہ رفتہ بمصداق کل نفس ذائقۃ الموت ذائقۂ ممات را خوشتر از لذتِ حیات دانستہ داعیٔ اجل را لبیکِ اجابت گفت

فرق ہے اسفل و اعلیٰ کا جہاں پر روشن　　　یوں تو ہے مور کے بھی نقشِ پر و بال میں چاند

نیز دریں فن با پدرِ خود مشورۂ سخن می کرد اکنوں ترکِ شعر گوئی کردہ از فکر او ست

میں بھی ہوں جو تیار مطالب تجھے تو کر ہو نگا حصول — شت جو میرے بخت کی مانند وہ سو جائے گا

نقدِ دل لوٹ لیا ناز و کرشمہ دکھلا — ہاتھ سے بات سے اور چشم کی عیّاری سے

کہو کیا بھلا ہوگا قاتل کا یارو — کہ مارا ہے جس نے حسن سے جواں کو

حرف الخاء معجمہ

خلیق تخلص غلام احمد از ساکنان بمبئی است فی الحقیقت جوانِ خلیق و غریب است نستعلیقِ فارسی را درست می نویسد اکثر در چھاپہ خانہا کتابت بسر می آرد از و ست

گلرخوں کو وفا کا پاس نہیں — جو گل کاغذی میں باس نہیں

خوشتر تخلص سید برہان الدین عرف میراں صاحب ساکن قصبۂ پہوے آبائش طریقۂ پیری و مریدی میدارند و بخلافِ آبا و اجدادِ خود ملازمت راجۂ بروڈہ اختیار کردہ از تازہ مستقانِ ہماں بلدہ است و با دعی اتحاد دارد تیغِ سخناں را بہ فسانِ مشورتِ غلام قادر بلیغ آب می دہد نظر تخلص او دیگر ازیں چہ خوشتر باشد او راست

رشتۂ الفت جو وہ ظالم ہے مجھ سے توڑتا — باندھتا ہوں تار اُسوقت آنسوؤں کے تار کا

جسمِ لاغر یہ نہیں ہیں رگیں — لاکھ زنجیروں میں ہے تن باندھا

ہم نے قاتل کی تیغِ ابرو دیکھ — پہلے ہی سر سے ہے کفن باندھا

کون سے برق وش کو دیکھا ہے — یوں جو بجلی ہے بے قراری میں

جامِ مے پینے سے بھی وہ ذائقہ حاصل نہیں — جو مزا بوسے سے ملتا ہے لبِ مے خوار کے

از احمد آباد و متوطن شدن او بسورت از تعدی حکام مرہٹہ از اغوائے ابن عم خودش
چند النسبت کہ ایں اوراق گنجائش آں ندارد و چند سال است کہ گور آرمیدہ من سخنہ

ساقی نے آج سر پر پھینٹا سجا گلابی ‌‌ ‌ زاہد نہ ہو وے کیونکر اب دیکھے گلابی

حرف الذال معجمہ

ذاکر تخلص اسم بزرگوارش سید محمود از بنی اعمام حضرت جد امجد راقم نسبش
بحضرت محبوب یزدانی سید احمد جعفر شیرازی قدس سرہٗ منتہی میشود تولد و نشو نما
ایں شہر رشک ارم است مصدر مکارم کریمہ و محامد صفات پسندیدہ ظاہرش
ہمچو باطن مطابق و بمزید فضل و دانش بر ہمعصران فائق براضافہ علوم امتیازی تمام
داشتہ لاسیما در دری زبان قدرت کاملہ و مضامین شستہ می یافت طرز نثر نویسی
اش عذب و شیریں و گفتار گزیدہ اش دل نشین رسالۂ بطرز جامع القوانین تصنیف
می فرمودہ در ابتدائے حال بخدمت صدر امینی قلعہ کہیرہ کہ از شائستہ صدر مات
انگریزیست قائم بودہ در عمر ہشتاد سالگی ودیعت حیات سپردہ امروز وفاتش
راسیزدہ سال سپری شدہ گاہے دریں زبان بہ تفنن خاطر و پاس ہمزبانان سخن فرمودے
قطع نظر از محاورۂ ایشاں کہ دریں وقت مروج است فرقے است بعید ایں یک دو
شعر کہ بموجب زبان جدید گجرات از بیاض حضرت جد امجد ثبت افتاد وہم باسم
شریف خود متخلص می شدند

ہے اس روئے نکو پر اسطرح خط ‌‌ ‌ قمر کے جس طرح ہو گرد ہالا
عجب ہے جستجو ذاکر دہن کی ‌‌ ‌ نہیں تا عمر بھی یہ پانے والا

حرف الدال مہملہ

دلکش تخلص الموسوم بحافظ داؤد واز حافظان سورت بوده دراخیر عمر بخدمت منصفیٔ عدالت سورت از سرکار انگریزی سرفراز و درنکته پسندی و لطیفه گوئی و خوش لباسی و پاکیزه خوئی ممتاز به نسبت ہندی در زبان دری مشق زیاده تر میداشت و مضامین رنگین می نگاشت کتابے بلطائف الطرائف نام بطریق مثنوی در فارسی بزعم خود بطرز بوستان حضرت سعدیؒ گفته و گہرہائے خوب سفته اینحال اشعارش از گلہائے داؤدی خوش وافکار را و از تخلص او دلکش عرصه چند سال است که بمودائے آیه کریمه کل من علیہا فان این جہان فانی را پدرود کرده منه

احتر صبح قیامت ہے دُر گوش ترا — رتبه بیدم ہی کرے ہے لب خاموش ترا
سخت حیرت ہے کہ لیکر دلِ حافظ داؤد — کان پر ہاتھ رکھے ہے گہر گوش ترا

دل پہ سو معنیٔ رنگین گذرتے ہیں آج — کہ عوض بوسے کے انعام میں پایا بیڑا
زلف و رخسار تو ہیں آفتِ جاں پر میرے — خون کا اس لبِ خنداں نے اُٹھایا بیڑا

دلبر تخلص سید ابراہیم نام مرشد مقلدان ملتِ مہدویه در دبشانه زیست میکند ہنگام ورود خود درین شہر چند ابیات طبعزادِ خود نزد راقم آثم فرستاده ازاں این یک بیت گزیده درین اوراق ثبت یافت من کلامه

وه آنکھیں لال کرتا ہے ہمیشہ مکر و لے سے — بجا ہے چشم تر کو میرے کہیئے ساغر مُل ہے

درویش تخلص سید درویش علی خلف مولانا میر عالم صاحب که فضائل ایشاں لاتعد ولا تحصے است که اکثر فضلا از خوانِ تربیتِ ایشاں سیراب کلام بودند از انجمله سید احمد صاحب مرحوم و حضرت دادا میاں صاحب اند باجمله حقیقت جلا وطن

قانون و رباب دلِ نالانِ عشاقِ بے برگ و ساز میزد و مارا از نوا سنجی عندلیبِ فکرش رسید این است کہ فی زماننا این ہم از غنیمت

زلفوں کو تو آراستہ اے یار کیا کر | پر دل کو کسی کے نہ گرفتار کیا کر

حرف الزاء معجمہ

زیرک تخلص اسمش سید علوی ابن سید محمد سجادہ درگاہِ علی بن عبداللہ عیدروس کہ مزار ایشاں در سورت واقع است از ایامِ قلیل مشقِ سخن پیدا کردہ اوصافِ حمیدہ ایشاں بسیار مسموع می شود

جوں سایہ گرا سرو اسے دیکھ زمیں پر | باعث یہی گلشن میں ہے پھولوں کی ہنسی کا

عبث دکھلاتے ہو ہر بار خال و زلف مجھے | بغیر دانہ و دام آپ کا شکار ہوں میں

حرف السین مہملہ

سلیمی تخلص مردے سلیم المزاج و در فن منشی گری قابل و از معارفِ بمبئی است از موزونیات اوست

اس قدر وہ حسن میں اب فخر سر پر لے چلا | بدر بھی داغِ غلامی ناصیہ پر لے چلا
اس چمن کی سیر کو آیا جو وہ مانندِ گل | پارۂ دل ہر سرِ نوکِ مژہ پر لے چلا

سجو تخلص ناظمِ کشورِ فصاحت فرمانروائے اقلیمِ بلاغت زبدۂ شعرائے تعالیٰ مقام خلاصۂ سخوران ذو الاحترام غلام محمد نام المشہور میاں سجو اصل از بندرِ مبارک سورت اکثر بلاد را بگامِ مساحت پیمودہ وقتِ مراجعت از سفرِ حجاز در رکابِ ظفر انتساب شاہزادہ محمد جہان شاہ خلف محمد اکبر شاہ ثانی بادشاہِ غازی بدار الخلافت

حرف الراء مہملہ

رحمت تخلص رحمت اللہ نام بود کہ در احمد آباد اقامت می داشت در عوام مشہور است۔ منہ

دلا اب تو فرقت میں جاتی ہے جان مجرب کوئی اب دوا کر تلاش

رسوا تخلص مرزا عبداللہ بیگ خلف قائم قلی خاں سوائے علم ظاہری کسب باطنی از حضرت بڑا صاحب خدا نما نمودہ باعرۂ احمد آباد محبوب می شد قائم قلی خاں چندمدت قائم مقام دیوانِ صوبدار احمد آباد بودہ و بہولقہ و بیٹلاد جاگیر داشت ساکان خان از زمان جنت آشیانی جہانگیر بادشاہ تا عہدِ فردوس آرامگاہ محمد شاہ بخدماتِ عمدہ و مناصب رفیعہ فرقِ عزت بفلک می ستوندہ و آوردہ اند کہ رسوا از اندیشۂ رسوائی جواب و سوال دیوانِ آخرت در آخرِ عمر دیوانِ خود را آب زدہ ہمہ را یک دست بشست و باوجود آں دو شعر بہم رسید و التقاط گردید

بستانِ دل کے اندر گلزار ہیں تو ہم ہیں اشجار ہیں تو ہم ہیں اثمار ہیں تو ہم ہیں

ہیں عندلیب نطق اِس گلشنِ جہاں میں اس عینِ لامکاں کے مختار ہیں تو ہم ہیں

رفعت تخلص سید رفعت اللہ از سورتیاں است ارادت در خاندانِ رفاعیہ می داشت۔ منہ

چھد گیا دل کیا ملاتی نوکِ مژگانِ یار کی حس جراحت سے لگی ہے اب مجھے جاں کندنی

رکھوار تخلص و آگاہی دست نداد خنیا گرے بود خوش آواز کہ بنغماتِ دلفریب فولاد دلاں را باعجازِ داؤدی نرم ساختے و بہ نسبت صورت سیرت پسندیدہ داشتے اصلش از سورت بودہ و ہم در انجا جامِ عمرش لبریز بادۂ فنا شدہ در فنِ خود شائستہ قانون داں۔ بوجہ فیضِ سخن وراں طبعش مائل شعر شدہ ار تراہنہائے ابیات خود بسانِ مصرآة

کرتے ہیں تکلیف سیرِ گل مجھے ہجراں میں دوست — اس زمانے میں دیا کرتے ہیں دھوکا آشنا
ہے دہن درج اور دل گم کر جن سے ہے دلبستگی — بات حق یہ ہے کرے اللہ پیدا آشنا

آ گئی یاد اگر گردشِ چشمِ ساقی — حشر میں قبر سے اُٹھنا ہمیں مشکل ہوگا

دشمنِ جاں چشم و لب عیسیٰ نفس — فرق یہاں اعجاز میں جادو رہا
دست فریادی ہے کس مظلوم کا — کھنچتا شانہ ترا گیسو رہا

ہر رگ و پے میں بھرا تھا عشقِ شیریں اس قدر — استخواں فرہاد کی کھا کر رہا طوطی بنا

قدم رکھتے ہی اسکے لوٹ تھا دل ساری محفل کا — دکھایا مرغ قالیں نے تماشا مرغِ بسمل کا

میں نہ رویا گو جلا کیا کیا دلِ ناپختہ کار — آگ پر پانی نہ ٹپکا اس کبابِ خام کا

پروئے قصہ خواں نے جیسے موتی — ہمارے اشک کا قصّہ ماجرا کیا

میں تو ہوں کم نگاہی کا مارا — تم نے کیوں مجھکو نیمچہ مارا

آیا دوپٹہ تان کے سوتا جو اُن کا یاد — مرقد میں تڑپتے ہوکے ہمارا کفن گرا

اُف رے جوش گرمی جو کھینچا زخمِ دل سے یار نے — تیر انگریزی سلائی کا سا روشن ہوگیا

دہلی رفتہ قصیدہ بفصاحت تمام و بلاغت مالا کلام در مدحِ حضرت ظلِ سبحانی انشا
فرمودہ پس از حضور بارگاہ سلطانی در صلۂ آں بخلعتِ فاخرہ مشمول نوازشات
خاقانی شدہ مدتِ قلیل تا ہنگامِ اقامت خود در دہلی چند غزلیات خود را پیش مومن
خاں و خاقانی ہند محمد ابراہیم ذوق در آورد بعدہٗ بحیدر آباد دکن رفتہ در سرکار
راجہ چندو لال دیوان دولت علیہ عالیہ نظامیہ بسلسلۂ شعرا داخل و ملازم شدند اکنوں
از مدت چند در سرکارِ عالی تبار ثریا جاہ نجم الدولہ ممتاز الملک نواب حسین یاور مومن خاں
بہادر والی بندر کھمبائت بر عہدۂ وکالت انگریزی کہ از شائستہ خدماتِ آں سرکار
والا است معزز و ممتاز اند در فارسی فاضل عصر و دیگر فنون کامل دہر اگرچہ شہرۂ شعر آں
مجمعِ کمالات از دیگر علوم بیشتر است اما اشعارش نمونہ ایست بر دیگر فضائلِ او الحق حق
اُستادی بر ذاتش مسلم اگر عسجدی وقت گویم سزا است و اگر فردوسی عہد خوانم روا است
کلامِ اعجاز بیانش الہامے است کہ فرشتہ بایں معنی ناطق شدہ حسنِ سخنش یوسف
صفتے است کہ عجوزہ طبعاں را زلیخا وار جوانی تازہ بخشیدہ انحصار اصلیتِ آں
استادِ متبحر آبِ دریا پیمودن است از تسویدِ کلامِ فصاحت نظامش بر مطالعہ کنندگان می نہد

گر یہی ضعف ہے تو موت سے ہم بے غم ہیں جان کو جسم سے دشوار ہے باہر آنا

جلا یا بادِ کوئے سرو قدے حوں دمِ عیسیٰ اڑا ہر ذرہ قمری بن کے اس خاکِ مشہد کا

صورتِ قبلہ نما عاشقِ ابرو کو ترے بعد مردن بھی ہے بے جان تڑپتے دیکھا

دستِ گستاخ زلیخا نے ملا ہیں پاؤں کی جیبِ یوسف ٹھوکریں کھا کر ترا دامن بنا
آنکھ بس ساقی پہ گرتے ہی بیپالہ ہو گیا تھا خمیر اپنا وہیں کا میکدہ مدفن بنا

لازم ہے یہ اسے کہ سرِ راہ میں بچھائیں — توڑے ہے آ کے شیشہ جو ہر بار محتسب

تن بلور و چہرہ آتش تن دیر رنگِ حنا — ہے تہ قندیل روشن منجمد رنگِ شہاب

ابرو سے دل بچا تو مژہ سے جگر چھدا — روکی اُدھر کی چوٹ تو کھائی ادھر کی چوٹ

پانی سے اُسکی آنکھ میں پتلا کیا ہمیں — اشکِ رواں کو سمجھے تھے ہم آبرو عبث
ظاہر رگیں ہیں ضعف سے تن کی برنگ پاں — پیاسے ہیں میرے خون کے یہ خوبرو عبث
کب دھوئے ہے وہ پانوں کہو اسکو ہات دھو — رگڑے ہے سر کو موجِ لبِ آبِ جو عبث
اے رشکِ یوسف آپ بہ زنداں کیجے گھر — آئینہ مت لگائیے گا چار سو عبث

اس کی جو الجھی طبیعت بال سلجھانے کے وقت — حق ہیں ڈر کر دانت کھولے رہ گیا کیا شانہ آج

سمجھو وہ کیونکہ ہات میں آوے کہ رکھے ہے — نازک کمر سے اپنی وہ نازک کمر مزاج

کر جاوے ہے جہاں سے کنار الب آنے ہی — مرٹنے کی یہ چال ہمیں بھی سکھائے موج
زہرہ کیا ہے آب دمِ سرد نے مرا — تا ست سرِ نسیم پہ ہے جوں بہائے موج

عرصے میں کوئی ہوگا نہ مجھ ناتواں کی طرح — اپنا ہی میں غبار ہوں ریگِ رواں کی طرح
دل ہات سے گیا تو گریباں پہ رو رکیا — اس منہ کو دیکھ ٹکڑے ہے ارغواں کی طرح

جان پڑ جاتی چمن میں تیرے قد سا ایک بھی — سرو ہوتا اس روش اس ناز اس انداز کا

جی گیا بس روپ دیکھ آبِ دُرِ گوشِ صنم — ناتواں تھا میں بہت قطرہ بھی دریا ہو گیا

جیب شرارت سے ہے رہنا اس گلابی پوش کا — شعلہ عالم سوز ہے اس آتشِ خاموش کا

لاغری میری جلاتی ہے ہر اک کے دل کو — یہاں شعلے کے برابر ہے اثر میں تنکا

تعظیم کیا کہ بزم سے مجھکو اُٹھا دیا — افتاد کیا کہوں کہ نظر سے گرا دیا
دق ہو کے ہم نے اُس سے چھپایا تھا اپنا منہ — ہمدم کفن کو کھول کے پھر کیوں دکھا دیا

دل پہ کیا گذری جو ہے جوشِ سحر تک — دوڑتا آیا نامہ بر میرا
دن پھرے میرے اے بلند بختی — مہروش آیا بام پر میرا

نہ سادگی سے فزوں ہو جو قدرِ رنگینی — زیادہ شیشہ سے رکھتی ہے کیوں شراب بہا

منہ مت مرا چڑھائیے آئینہ دیکھئے — اس اچھے منہ کو کرتے ہو کیوں مہرباں خراب

ایک قدم راہ تھی ہستی سے عدم تک حال اتنک — بس نکلتے ہی ہوا ایسی ہیں گھر سے غائب

مدعا غیر کو بھی میں تو نہ دوں گا سمجھو — قیدِ گیسو سے ہوا سکے کہیں آزاد رقیب

ہے سیا مضمون یہ اک سجوؔ بلاقِ یار کا　　قفل گویا ہے در گنجینۂ اسرار پر

ہو مرغ کو سیندور سحر کا یہ سپیدا　　یا رب نہ سُنا تفرقۂ پرواز کی آواز
کھل جاتے ذرا حسرتِ اودکے بھی کان　　سجوؔ مرے سنتے جو خوش آواز کی آواز

دل چراتے ہیں ہات ہلکا ہے　　ہمیں خوبوں کا اعتبار افسوس

ہوس تھی آمد محشر خرام قاتل کی　　سو ٹھوکروں میں پھری اپنی ماری ماری لاش
موئے ہیں ہم غم پردہ نشیں میں صورتِ شمع　　کفن میں صبح نہ آئی نظر ہماری لاش
یقین تھا ہمیں جوں نقشِ پا گلی سے تری　　اٹھائے دیگی نہ یہ اپنی خاکساری لاش
رگڑ کے ایسے موئے ایڑیاں ترے بیمار　　کہ اپنی گور میں اپنی ہی بس اُتاری لاش
اُٹھے ہیں ہو کے سُبک ہم جہان سے سجوؔ　　گناہگاروں کی ہوتی ہے دیر بھاری لاش

رونے سے مرے دل کے نہ ہو مضمحل آتش　　یہاں گل کی طرح آپ سی ہے مشتعل آتش
بجلی کے ہوا ابر میں چھپنے سے یہ روشن　　ہے خندۂ پنہاں سے ترے منفعل آتش
آہِ دل آتش ہے نہ سمجھو اُسے شعلہ　　از بسکہ لبوں سے ہے جو اسکے خجل آتش

دامنِ پستو از ٹھوکر سے اُچھل جاتا نہیں　　مارتا ہے موج یہ بحرِ لطافت وقتِ رقص

کہے جو اُن کو کوئی مرجاؤں شمع ساں کہ مجھے　　رکھے ہے زہر کا بس تلخیِ جوابِ خاص
تصور اسکا مجھے بیخودی میں ہے سجوؔ　　کہ بہرے عشق کا ہے یا نہ خوابِ خواص

کام کرجاتی ہے مہندی کا نزاکت دیکھنا — عطر کے ملنے سے ہو جاتے ہیں سست یار سرخ
تجھ پہ مے خواری کا تہمت لوگ کرتے ہیں گماں — آنکھیں ور روکر کیا مست کر تو جوں سرشار سرخ

فلک نے پاؤں پہ ڈالا اٹھا لاکے آخر تب — صنم نے شام کو پھر اُس کے مُنہ پہ مارا چاند
شبِ فراق میں تو حالِ اضطراب نہ پوچھ — کہ ہر گھڑی نظر آتا ہے اک ستارا چاند

حاک ٹھنڈا مرا کلیجا ہو — اس کے بن مجکو اک بلا ہے چاند

تمجو ہے بامِ شیشۂ افلاک زرنگار — پر حیف چاروں طرف سے ہے یہ مکان بند

تعبیرِ خواب اپنی تمجو اسکی زلفیں ہو گئیں — دھیان میں ان کے ساری راتوں کو اڑجاتی ہے نیند

عکس بابک دگر لبوں کا ہے — یا ترے رنگ پان ہونٹوں پر
اپنے لب کی مجھیں بھی چاٹ لگی — کیوں نہ پھیروں زبان ہونٹوں پر
آیا پیغام بوسہ آج مرے — فخر رکھتے ہیں کان ہونٹوں پر

ہوں چولا غر کنایتاً مجھ سے — حس کا منگواتے ہیں وہ اکثر عطر
عطر فتنے کا کیا ہے گروہ شریر — جو ملے فتنہ ہے وہ یک سر عطر

جس نے دیکھا اُسکا چلنا اسپہ اک جادو چلا — سحر کے پتلے کا عالم ہے قدِ دلدار پر
آبِ حیواں پیویں کیا بیٹھے ہیں ہم — زہر کھائے شربتِ دیدار پر

ناخن سے اپنے خط کے ہیں ہم نے بنائے حرف ۔۔۔ یادِ خراشِ دل اُسے شاید دلائے حرف
غصّے کا یار کے جو نہی اندیشہ آگیا ۔۔۔ لکھ کر سوال بوسے کا لب تک اُٹھائے حرف
کیا خاک سوکھے دیدۂ تر کا لکھا جو حال ۔۔۔ کتنا ہی ریت ڈال کے ہم نے سُکھائے حرف
لکنت یہ بے سبب نہیں لب سے قد ہے تنگ ۔۔۔ ٹکڑے رہے تبلک ہو تو کیونکر ہو ادائے حرف
مکتوب میں جو بات ہے ہم میں کہاں یہ بات ۔۔۔ خوش آئے ہم کو گفتگوئے بے صدائے حرف

* * *

یوں توڑے شیشہ محتسب اور اس طرح ملے ۔۔۔ بنت العنب کی خاک میں حرمت ہزار حیف

* * *

سمجھو وہ یار بھی ہے شراب اور ماہتاب ۔۔۔ یہ نعم الاتفاق ہے اور حُسنِ اتفاق

* * *

جنبشِ دامنِ جاناں کو ذرا دیکھ مسیح ۔۔۔ جان پا کر متحرک ہوئی تن سے پوشاک

* * *

زخمہائے تن پہ رکھتا جن کی پلکوں سے اُسے ۔۔۔ کاش اشکِ شور میرا گر کے بن جاتا نمک
چل گئی ہے موجِ تیغِ خندۂ دنداں نما ۔۔۔ ریزۂ الماس سے مانگے ہے دل میرا نمک
خندہ سے واقف نہیں مطلق لبِ شیریں یار ۔۔۔ ہے دیارِ حُسن میں شکر سے بھی مہنگا نمک

* * *

سمجھو لبِ دلبر پہ ہوا سبزہ نمودار ۔۔۔ لایا ہے عجب کچھ یہ نگینِ شجری رنگ

* * *

عاشقِ زلف کا ملیے اثرِ بختِ سیاہ ۔۔۔ کہ ہو منظور اسے شمع بجھانا شبِ وصل
شرم سے یار کے منہ پھیرنے کا ہے یہ علاج ۔۔۔ آئینہ چار طرف اب کے لگانا شبِ وصل
انقلاب اس کے سوا اور نہ دوراں دکھلائے ۔۔۔ کہ تری پائنتی ہو میرا سرہانا شبِ وصل

یقینِ حرفِ وفا کسے ہاں یار سے ہو — کہ خود وہ بے اثر اور نقش ہے نشاں اخلاص
نصیب لوٹتے ہیں وہ ماہ پھر ہے طالع کناں — رکھے ہے ہم سے کچھ ان روز دل آسماں اخلاص

ادائے دوست پہ تھا خونِ عمر قرض — کیا رشک عدو نے وہ ادا قرض
شبِ ہجراں میں مرنا تھا یہ لاچار — قضا نے کی جو سستی رہ گیا قرض
جلا کیا شمعِ کشتہ پہ مرا جی — قصاص اسکا تھا مجھ پر کیا ملا قرض

خط کترنے جو گل اندام لے جا ہی مقراض — چہچہے کرتی تھی بلبل کہے ہے کیا ہی مقراض

دامنِ قاتل نچوڑا پنجۂ مژگاں سے ہے — اشکِ خونی کا تو سمجھو اک بہانا تھا فقط

مجھ ناتواں سے ٹوٹ سکے اس کا کیا لحاظ — پردہ اٹھا دے یار کا توڑا اے صبا لحاظ
خلوت میں اس نے آتے ہی مجکو اٹھا دیا — سمجھو میں اس کی آنکھوں میں گویا کہ تھا لحاظ

اسیرِ باغ کو شبِ تاریک ہے تو کیا — ہر شاخِ گل جلے گی ترے آگے جائے شمع

پاؤں میں اس کے رنگِ حنا ہو گیا سیاہ — قد شعلۂ چراغ ہے وہ سایۂ چراغ

منظور اب ہے دیدۂ خونبار کو کہ ہو — تیار کوئی اس کے سرِ رہگذار باغ

ہر شرارت پیشہ کو سمجھو بجھانا دیکھ کر — آگ غفلت سے لگا دیتا ہے اماں میں چراغ

ایڑیاں تھک کے تری راہ میں رگڑیں یہاں تک — خار پا سے ہوئے ہیں ریش میرے پا رقدم
ندیاں کوچے میں بہنے لگیں اس ظالم کے — ایسے بیماروں نے رگڑے لب دیوار قدم

بلا سے برق آفت سے تو بے ہم پہ گرے لیکن — نگاہِ یار سے رکھتے ہیں یہ چشم عنایت ہم
سراپا چشم ہے نقشِ سُمِ آہو سے کل صحرا — کوئی طرفہ تماشا ہیں ترے مجنونِ الفت ہم

مہندی لگا کے بیٹھتے ہیں وہ تو اپنے ہات — اور لوٹتے ہیں آگ پہ ان کی حنا سے ہم
زلفیں سنوار شامتِ عشاق سے نہ ڈر — ہوں گے کبھی گرا سیر تو تیری بلا سے ہم

تنگ وحشت سے ہم کو ہے صحرا — اب کدھر کو نکل کے جاویں ہم

سبزۂ پشتِ لبِ یار سے لازم ہے حذر — شہد میں زہر ملا کر وہ دیا کرتے ہیں
میں وہ مجنوں ہوں کہ صحرا کی مرے خارِ جسک — دامنِ برق کے بھی لتے لیا کرتے ہیں
فرد بینش ہیں مگر عاشق و معشوق تمام — بن کہے آنکھوں میں پہچان لیا کرتے ہیں

مر گئے پر بھی ہو چکا آرام — گر یہی آسماں ہے زیر زمیں

روشن ہے یہ مکر جاں ندلی سے — مکار ہیں جتنے مہ جبیں ہیں
تیغ ان سے نہ اٹھ سکی یہاں سر — ہم اُن سے زیادہ نازنیں ہیں

ترے عزوں میں تیشے کے بہانے حسن لے درد آرے — عزیمت حال ہے اس نجار کا اب نام عالم میں

شیریں لبوں کو جو سُنے دشنام کھائیے　　پرہیز کیوں کریں کہ نہیں اب دوا قبول
آغوش میری خالی ہے مدت سے اے حکیم　　قولِ خلا محال ہو ہجراں میں کیا قبول

دہانِ یار کی تنگی نہ پوچھو　　کہی جاتی نہیں ہے بات مشکل

گو چرخِ ہفتمیں یہ دماغِ عدو ہے جیر　　سمجھو تو نیچ کے سایے سے لیس ابن زحل کے چل

ناتوانی نے نہ ستر مسدہ مجھے ہونے دیا　　ورنہ منہ تھا مجھے یا صبح کو دکھانا مشکل
کستورِ حسن میں کس مرتبہ ہے قحط یقیں　　آگے حوروں کے قسم کا بھی ہے کھانا مشکل

شیشۂ ساعت سے ہیں ہم خاکسار　　خاک ہے لیس اپنے پیراہن میں ہم
لاغروں کی بھی ہیں آنکھوں میں حقیر　　تار سے ہیں دیدۂ سوزن میں ہم
پہنے ہے موتی کا زیور گلبدن　　اشکبار اب ہونگے گھر گلشن میں ہم
آبِ زر سے لکھتے ہیں اس لب کے وصف　　جڑتے ہیں یاقوت کو کندن میں ہم

طغیاں کی علامت ہے بہت چمکے ہے گر برق　　طوفان مچا دیوے گا یہ ہر بار تبسم
موسیٰ یہ برستا تھا دمِ شب یہ ہے وہ تہہ　　منہ سے ملے ہونٹوں کا شکر بار تبسم

نمود اپنی ہے بس اس شمعِ بزم آرا سے دنیا میں　　غرض ہیں صورتِ تصویرِ فانوس خیالی ہم

یاد کر دشت میں کوچے کو ترے آبلوں سے　　پھوٹ کر لگتے ہیں رونے مرے ہر بار قدم

اب پُشتِ لبِ اس گل کے آتا ہے سبزہ لگا　　آبِ دُرِ دنداں کی تاثیر اسے کہتے ہیں

دو تیری ہیں خوش حال آنکھیں　　جاتے ہیں چُرا غزال آنکھیں
رو رو کے غبار لائیں آخر　　دیکھ آئی ہیں کس کی چال آنکھیں
اس باغ میں کھول دیکھ سمجھو　　تو کر کے ذرا خیال آنکھیں
شبنم سے ہے پات پات جلوہ　　نرگس سے ہیں ڈال ڈال آنکھیں

حادثاتِ چرخ کب ہر دم نہیں　　تیروں کی برسات کو موسم نہیں
گہنا موتی کا اُتارا یار نے　　رہ گئی گل پہ اب شبنم نہیں

میں بھی گو یار حال نزدیک ہوں　　ہوں بعید اسقدر جدائی میں

کون یہ پاک گھر آ کے بسا آنکھوں میں　　مردمِ دیدہ جو اشکوں سے یہ گھر دھوتے ہیں
چاندنی سی ہے جو ایوان میں سارے سمجھو　　کیا وہ سب پردہ نشیں کھسکے ہیں مگر سوتے ہیں

بسد ترکِ ادب مجھکو تیرا جان نہیں　　سو دست و پا میں دمِ مرگ کھینچ تان نہیں
مجھے کچھ آئے ہے رونا سا خندۂ گل پر　　ہزار شکر کہ وہ شوخ بدگمان نہیں

اکیلا اور عریاں در بدر ہوں اس بیاباں سے　　زیادہ جی جلا گرمی میں سمجھو آگ کے سرا میں

جوش گریہ نے نہ چھوڑا کوئی تنکا باقی　　رتنک غبار سے کھٹکے تھا یہ گھر آنکھوں میں

عبث یہ تھا بقدم کا ل سیاہ نہیں (۹)　　وہ کون ہے ترے قدموں کا بوسہ خواہ نہیں
قبائے سبز پہن وہ نہ سرو کا دھوکا　　نہ پھر یہ کہیو کہ میں آبِ زیر کاہ نہیں
بلند اہلِ صفا کی نگاہ میں ہیں پست　　فلک کو دیکھ لو آئینہ میں وہ جاہ نہیں
نہ کیونکہ دیکھ رہے آئینہ ہے پشتِ قدم　　حیا سے وہ کیے نیچے عبث نگاہ نہیں

سوچا نہ کچھ مآل کہ بیٹھا ہے یا رکھی　　گل تھیں اپنی آہ سے بزمِ عدو کی ہیں
مژگاں خلافِ وضع تری کر گئی ہیں کام　　گو سوئیاں بعینہ لبِ وہ رفو کی ہیں

بار جس سینے سے ہو تیری نگہ وہ نہ اُٹھے　　رخم رکھتی ہے مری طرح سے کاری چلون
اس کا مقدور تھا یوں بیچ میں حائل ہوتی　　تیری پشتی سے ہی سرکش ہے ہماری چلون

سیمابِ مقید ہوں میں شیشے میں جہاں ہوں　　بے تاب ہوں اندازۂ گرمی کا نشاں ہوں
ہمراہِ صبا خاک ہوں میں نالہ کناں ہوں　　گویا جرسِ قافلۂ ریگِ رواں ہوں
خاصیتِ ضدین مری ذات میں ہے جمع　　نظروں میں سبک ہوں میں خاطر پہ گراں ہوں
گویا ہوں حبابِ دہن یار میں نالاں　　خاموش یہاں تو نہ کوئی جانے کہاں ہوں
میں سنگِ اطفال کے ہوں تا بکمر غرق　　مانندِ فلک زیرِ زمیں نصف نہاں ہوں

جوں عکس میں لاغرِ حزیں ہوں　　آتا ہوں نظر پہ کچھ نہیں ہوں
ہوں زیرِ فلک سدا مکدر　　جوں دُرد میں خم کا تہ نشیں ہوں
بوٹے سے ہے قد کا دل میں نقشہ　　میں کیا شجری کوئی نگیں ہوں

دیکھو سجو زمانہ نازک ہے   عشق اس کی کمر کا جانے دو

کیا ہے شوقِ دل لکھکر روانہ کوئے دلبر کو   کبوتر کیا کہ میرا لے اُڑا نامہ کبوتر کو

ہوا ہے آئینہ جیب سے حضور صاحب کے   ہمارے یار بھی تم ہو رقیب بھی تم ہو
مسیح تم ہو یہ انگڑائی لو جو ہوکے کھڑے   ہمارے قتل کو شکلِ صلیب بھی تم ہو

اے چشم ہے خدا سے ہم کو کرم کے ساتھ   دل سا رفیق پھر گیا چشمِ صنم کے ساتھ
چپ بیٹھ رہنے دو مجھے بس منہ ہی مت لگاؤ   آتی ہے جان لے کی طرح بھیڑ دم کے ساتھ

آ گئے ہے اس مہر وش کے چشم پر نم آئینہ   اُڑ کہیں جائے نہ مثلِ آبِ شبنم آئینہ
بار کے دیکھا تنِ شفاف سا کم آئینہ   سر سے پاؤں تک ہے وہ جوں قدِ آدم آئینہ
کھیلنے تھے لیکے میرے دل کو طفلانِ حسیں   توڑ ڈالا کس نے یہ واللہ اعلم آئینہ
ہے اشد تحقیق قید الماء من قید الحدید   گھر سے کس صورت سے باہر آئے ہمدم آئینہ
اہلِ عالم کرتے ہیں پشتے سے یہاں پیدا نمود   ہو نہیں سیماب صورت گیرِ مردم آئینہ

جھکا قامت اپنا ضعیفی میں سجو   جوانی کے بھی بانکپن سے زیادہ

یہاں رات بھر مدام درِ میکدہ ہے باز   کچھ دورِ کبھی نہیں چشمِ بتاں ہے یہ
کانوں میں انگلیاں وہ رکھے نالے ہیں کرول   اُلٹی ہمارے عہد میں رسمِ اذاں ہے یہ

فیضِ شادابیٔ رنگین مزاجاں ہے رسا — گر حنا پاؤں میں ملئے ہوا تر آنکھوں میں
پردۂ چشم ہے یا پردۂ فانوسِ خیال — شکل پھرتی ہے تری آٹھ پہر آنکھوں میں

دکھلاتا اس کا منہ جو نہ ہوتا نقاب میں — دیکھا نہ ہوگا تو نے زلیخا یہ خواب میں
جادو ہے کوئی محرمِ آبِ روانِ یار — چڑیا کو جس نے بند کیا دو حباب میں
ہم مستِ چشمِ یار ہیں ساقی ڈبو کے دے — ہم کو کوئی کباب ہرن کا شراب میں

اشکوں نے میری رکھ لی کیا آبروئے عزلت — مثلِ حباب لیکر پھرتا ہوں گھر سفر میں
جب تم گئے عشق آیا اور وہ گیا تم آئے — ہے میری بیخودی کو صدمہ تمہارے ہر سفر میں

داغِ اشکِ خوں سے خالی عشق میں کب ہے کنار — گل برنگِ خار دامن گیر اس بستاں کے ہیں

اس کی نوخیز چھاتیوں کے سے — پھول گلشن میں ایک اس نہیں
اور بھی ہیں تو اس قرینے کے — ایک بوٹنے کے پاس پاس نہیں

ہو تجکو حنا اور مجھے اک نوع کی ٹھنڈک — مل جاوے جو پاؤں سے اگر تو مری آنکھیں

تھا صورتِ عکسِ آب کیا میں — جاتے ہی تمھارے بس نہ تھا میں

کوئی ہیرا نہ کھائے دیکھکے دانت — مسکرایا کرو ہنسا نہ کرو
ہمدو سرو قد سے مجکو ملاؤ — نیم سے تپ کا ٹوٹکا نہ کرو

نہ کیونکہ سر سے گذر جائے موجِ خوں شک دوپٹا یار نے اوڑھا ہے آج شنجرفی

دی طبابت نے مریض ہاتھ سے لے رہے کیا کیا بخار الفت کے
نزع میں آئے سو بھی ہمراہ غیر تا کہ مرجاؤں مارے غیرت کے

ہے تجلی گاہ موباف زری کے نور کی اسکے کب جوڑے کو پہنچے چوٹی کوہ طور کی
کیا لگے دل گھر بنیا اور لوگ سارے غیر جنس خوش نہ آئے یار بن صورت بہشت و حور کی

کون در سے ترے قاتل کے گھر پاس آتا ہے کیا غضب تیر بھی آتے ہوئے تھراتا ہے
غم سے خالی ہیں دنیا کی خوشی کے بھی کام سر بھی دیتے ہیں تو اشک نکل آتا ہے

ماہ تیرے روبرو ہو پانی پانی شرم سے چادرِ مہتاب بھی بنجائے چادر آب کی

از بس دہانِ دلبرِ انگریز تنگ ہے کیا نکلے مُنہ سے بات کہ قیدِ فرنگ ہے

چراغِ طور فندق یار کی موسیٰ کو دکھلا دے انگوٹھا ملکہ اترکے ید بیضا کو دکھلا دے
بلند از بس ہوا تیری مسیحائی کا اب شہرا عجب کیا آسماں پر گر زمیں عیسیٰ کو دکھلا دے

اپنا تو ہے دم حباب کا بس دق کیوں خضر نے عمر جاودانی کاٹی

مجکو کیا ہے پست فلک سے یہاں تلک ممکن نہیں بگولہ مری خاک سے اُٹھے

کیا مزا دے ہے وہ رُخ دیکھ کے غش ہو جانا — خوابِ شیریں ہے کہ اک وقتِ سحر آتا ہے

رحلِ ابرو پہ جبیں سا تیرے قرآں چاہیئے — صادق الاخلاص مجھ سا ناظر خواں چاہیئے

کچھ تو دنیا کی ہوا کھائیں فلک کے ساکن — عرش کی سیر کو ہے آہِ رسا کی مرضی

کہیں کھٹکے نہ حسن و عشق میں پھر — تیرِ مژگاں سے دل لگی سی ہے
پھر یہ تاریکی زلف کی کیا ہے — مہ کی حالت تو چاندنی سی ہے
آہوئے چشمِ یار کو سمجھو — ہم سے اک گرگ آشتی سی ہے

صرف و نحوِ عشق کا پوچھو نہ حال — ق — بے قیاس اس فعل میں تعلیل ہے
غم مضاعف فکر ناقص وصل شاذ — بے مثال اس کے مرکب کی دلیل ہے
علمِ آزادی میں ہم علامہ ہیں — دل ہمارا فارغ التحصیل ہے

قاتل کی میں شکل دیکھ تو لوں — اے خنجرِ آب دار دم لے
جلدی نہ کر اے اجل سمجھ تو — ہے تشنۂ انتظار دم لے

زبس بلاکشِ راہِ صدا انتظار ہوئے — ہمارے دیدۂ پُرنم بھی پُر غبار ہوئے
کھڑا ہے غرفے میں آتش کا کون پرکالا — کہ تارِ شمع جو چلون کے تار تار ہوئے

کیا اُڑا دی وہ مری سونے کی چڑیا تو نے — ہائے گردن نہ تری مرغِ سحر ٹوٹ گئی

سرمگیں اشک کی مانند عجب کیا ہے خال ‏ ‏ گرد ڈھلکنے کو لگے ہے یہ صفائی مُنہ کی

ٹھنڈ میں مُنہ سے نکلے ہے دھواں دل جل گیا ‏ ‏ سرد مہری نہاں آتشیں رخسار سے
گھر مگر سمجو یہ اسکے عاشق گریاں کا ہے ‏ ‏ نمی سی رس کے رستی ہے در و دیوار سے

اس نے چٹکی لی تو کیا ہے درد میٹھا سا ہوا ‏ ‏ انگلیوں کا پور ہر اک نیشکر کا پور ہے۔
دل شکستہ مجھ سے دشمن کا بھی ہو سکتا ہیں ‏ ‏ ناتوانی کا بھی عالم اپنی سمجھو زور ہے

مہروش کی ہے جو لی ایڑی تک ‏ ‏ سر پہ شام آ کے سایہ ڈھلتا ہے
کس کی آئی مساس عشق میں یاد ‏ ‏ دل کوئی سینہ میں ملتا ہے

جان اٹکی ہے لبوں پر جیسے اٹکا دل مرا ‏ ‏ ہو گیا مرنا بھی مشکل آپ پر مرنا مجھے
لاش لاوارث کی سمجھو کس کو غم تجہیز کا ‏ ‏ صبح آیا کیا ہی رونا شمع کشتہ پر مجھے

دیکھ اپنا عکس چشم وہ بیخود مدام ہے ‏ ‏ آئینہ اُس کے ہاتھ میں صہبا کا جام ہے
جو ہو سو منہ پہ صاف کہیں شکلِ آئینہ ‏ ‏ آئین میں ہمارے تقیّہ حرام ہے

قیدِ ہستی ہے بے ثبات ابھی ‏ ‏ پا بزنجیر آب کی سی ہے
اس کے بڑھنے کی کیا کہوں حالت ‏ ‏ چادرِ ماہتاب کی سی ہے

ضعفِ وحشت میں سگِ کوچۂ صنم یاد آیا ‏ ‏ ہم نے پھاڑا جو گریباں تو دامن اس نے

عطرِ فتنے کا میں لوں غیر کو ملنے دوں اُسے — پر مرے جی میں یہ آتا ہے کہ ستر کیا کیجے

خاک تھا اُس بزم میں دیکھا جو کچھ — آنکھ اپنی صورتِ گلگیر تھی
ضعف سے جوں زلفِ خوباں پاؤں میں — بے صدا دائم مری زنجیر تھی

اُٹھ سکے کیا ہم سے جورِ زلفِ یار — اب نہ وہ بل ور نہ وہ طاقت رہی

کون بالائے ماہتابی ہے — چاند کو جیتے کی شتابی ہے
کون سیماب تن نہا کے گیا — یوں جو موجوں کو اضطرابی ہے
جس کے جلوے سے پھر گیا پانی — پارا اوڑھے دوپٹا آبی ہے
چاند ہوتا ہے صدقے سایے پر — کس کے گھر کی یہ ماہتابی ہے

رخسارِ یار کو عرق آلودہ دیکھ کر — گلشن کے سارے پھولوں پہ یاں اوس پڑ گئی
زنجیر کا خدا کرے آباد گھر رہے — ہاتوں سے اُس کے پاؤں کی اپنے رٹ پڑ گئی
سمجھو غبار اپنا اڑا اُس گلی سے جب — اک خاک تھی کہ چشمِ رقیبوں میں پڑ گئی

منہ اس کے لگا ہے جانبِ ابرو نہ کیجیے — قبلہ بھی ہو تو سجدہ ادھر کو نہ کیجیے
گہہ اپنی چشم و ابرو سے کافر خدا سے ڈر — یوں رہ کے عین کعبے میں جادو نہ کیجیے
پانی ملا کے مے نہ پیو دستِ غیر سے — پانی کسی کا رشک سے لوہو نہ کیجیے

ماہ نے اس سے جو لی رات لڑائی منہ کی — تا ابد داغ لگا ایسی تو کھائی منہ کی

میر غیاث الدین نام از سادات گرامی و روٴسائے نامی سورت. دیگر صفات حسنہ و اوصاف حمیدہ زبان زدِ خاص و عام و مشہور انام است. در فنون عربی بے عدیلِ زمان و در فارسی بے مثالِ آوان گلشن سخن را بانواع گلہائے رنگارنگ معنی برہمزنِ ہنگامۂ گلستان کشمیر ساختہ و گلبن نظم را صنوفِ تشجراتِ متانت رونق تازہ و زینت بے اندازہ بخشیدہ سنبلِ کاوش پُر پیچ و تابے است چون زلفِ مہوشانِ گلعذار خیالش سروِ سہی است باغستان فصاحت ہمیشہ بہار معہذا کلکِ دُر سلکش در واقعہ آل گلگوں کفن عرصۂ قیامت و شہسوار میدان شہادت جناب سید الشہدا علیہ التحیۃ والثنا اشکبار است. ہذا من کلامہ

ہے آسماں زمیں پہ زمیں آسمان پر ظاہر ہے آئینہ میں زمانے کا انقلاب

رستے لگے سو تا ہے تو بھی کچھ نہیں کرتا ہے بات بن گیا اس بت کا تصویر یہاں کی کا مزاج
کچھ نہیں جائے تعجب اس کی ہو گر طبع گرم ذاتہ ہوتا ہے پُر حدّت لآلی کا مزاج

شمع لے اور ہیں لے سوزِ عشق سے رات رو رو کر گذاری تا بصبح

زبس پاس ادب ہر چند تھا دل میں مجھے لیکن کیا ہے آپ کی ان شوخیوں نے ہقدر گستاخ
کجوں کو تیرے مقناطیس کی مسیک سے خاصیت مرادستِ رسا ہر گز نہیں ہے سیمبر گستاخ

نامِ شائق دہ اگر بھول گیا غم کیا ہے خلطِ اصلی میں ہے نسیاں کو بشر سے پیوند

جل گئے عشق میں لے سر سے قدم تک تو بھی آذریا شمع کی نکلی نہ زباں سے فریاد

زیست وصلِ وصالِ دوری ہے　　دیدہ نادیدہ حضوری ہے
انوری کا قصیدہ ہے قامت　　خط جو ہے نورِ ظہوری ہے

حی ہیں اُٹھنے کو ہونا صورتِ نقشِ قدم　　خاک بھی سورت کی سمجھو کیا ہی دامنگیر ہے

دل کے مستی کو کچھ اس پر سے اُتار کیجے　　کیونکہ لوگوں نے ہے ذہنوں پہ چڑہائی مستی

آئینے میں وہ دیکھ ذقن اپنی بخش ہوئے　　در پیش یہ بیچ ہے جا وکسدہ کو چاہ ہے
ہاتھ اپنے ان کے پاؤں کی جانب ہیں دوڑتے　　گستاخیوں سے پہلے ہی عذر گناہ ہے

شب جیلے رخصتِ بے پردگی اسکو نہ دی　　ورنہ کھل جاتا ترا پردہ مقرر چاندنی
زخمِ دل کو یہ مضر نورِ بصر کو وہ مفید　　گرد راہِ یار سے ہوگی نہ بہتر چاندنی

بجلی بارِ نظر سے تری کمر لگتی　　نظر نہ آئی تو اچھا ہوا نظر لگتی

لکھا ہے قصۂ سوزِ دروں میں ڈرتا ہوں　　ہوائے بالِ کبوتر سے خط بھڑک نہ اُٹھے

آنکھوں میں شکل پھر گئی کس کی ہے مثلِ شمع　　شعلے بھڑک اُٹھے مرے تارِ نگاہ سے

حرف الشین معجمہ

شایق تخلص صدر نشین دودمان سیادت وعالی نصاب خاندان فخامت

اڑ رہی تار کشی سر پہ پری رو کے دیکھ　　　تینکے چھنتی ہے نگوں سر ہو کناری چلون
عشق کا دیکھ نتیجہ کہ بنائی اس نے　　　جسم کی میرے رگیں کھینچ کے ساری چلون

پہلو میں دم خلوت با ناز و ادا تیرے　　　نکلی جو دہاں سے تھی وہ بات ہے آنکھوں میں

غمگسار ہیں ترے ہوں یا کہ عیاروں میں ہیں　　　جو میں ہوں سو ہوں غرض تیرے گرفتاروں میں ہوں

جلایا جب سے اسکی زلفِ مشکیں تیرگی نے دل　　　تو جوہر بوئے عنبر ہووے اسکی زلفِ پیچاں میں

اسحر سے دل کے ہیں یہ شمس و قمر　　　ایک ناری ہے ایک آبی ہے

جامۂ آبی میں قلزم کے کہاں ہے وہ چینت　　　موج خیز اس کے جو با جامۂ اطلس میں ہے
دلبری میں اسکی آنکھوں کا ہو کیونکر فیصلہ　　　ایک ساغر مست ہیں دو کشمکش آپس میں ہے

اس کے اور میرے جو ہیں بدنظری کے اطوار　　　دیکھ کر چشم کو نرگس کی حیا آتی ہے

روزن کرے دیتی ہے مرے شیشۂ دل کو　　　چتون ہے تری یا کہ یہ ہیرے کی کنی ہے

بہت دشوار ہے گوہر کو پانی　　　ہمارے اشک کی جو آبرو ہے
میں قرباں ہوں تصور کے کہ ہر دم　　　دکھاتا شکل تیری ہو بہو ہے

سُرخ تکمہ ہے گریباں میں سمجھ شیریں کے　　بلکہ وہ اُس کے گلوگیر ہے خونِ فرہاد

دلِ شائق ہے شیشۂ شفاف　　شوخ کے دل میں ہے غبار افسوس

جلترنِ ساغر کل ہے اور قلقل مینا کا راگ　　بن گئی ہے محفلِ عشرت دو کانِ مے فروش

دامن میں قطرے لے مرے خونابِ اشک کے　　لازم ہے تجھ کو لالِ بدخشاں کی احتیاط

رو رو کے پھوٹ جائیں گے مثلِ حبابِ بحر　　شائق کر اپنے دیدۂ گریاں کی احتیاط

مثلِ بادِ تند پُرطغیان و پُرطوفاں ہو جب　　آہ کو اپنی کرے کیونکر ترا بیمار ضبط

کب فرق ہے رشتہ میں یہ شیخ و برہمن　　کرتے ہیں عبث سبحہ و زنار میں تفریق

کس کی ہے تیغِ ادا کا استوی خطِ رخ پر　　ابر کے پھاہے رکھے ہے اس پہ جو وہ اب تلک

تند اس حد سے ہوا آہ کہ مرنے کے بعد　　پھول تربت پہ ہوئے میری چڑھانا مشکل

بے نظیری سے کیا بت نے خدائی دعویٰ　　آئینہ اس کو ہوا اب ہے دکھانا مشکل

دل کی مرے ہزار جو آنکھیں ہوں کیا عجب　　رکھتی ہزار میں ہے بلاشک ہزار چشم

مہ جبیں کی یاد آئی اوڑھنی　　چادرِ مہتاب سے کچھ کم نہیں

دیکھکر زلف تری بہتی نہیں حیرت سے — ورنہ جوہر سے ہے آئینۂ حیراں میں موج

کہاں میں اور کہاں وہ دامنِ یار — چہ نسبت خاک را با عالمِ پاک

نالے جاہیں ہیں خاک سے برباد — اکمد دیں اشک بھڑکے آگ
ہوویں پامال سیکڑوں بے دل — وہ چولے ناز کے سمند کی باگ

کیا دکھائی ہے ہمیں یہ چشمِ تر دیکھینگے ہم — مثلِ آئینہ سراپا ہی سے گھر دیکھینگے ہم

اُلفت کی جو تیغ کھائیں گے ہم — داغوں کو سپر بنائیں گے ہم
ایسا ہی تو ستاؤ گے تو — واللہ حرم کو جائیں گے ہم

زہر کا کام کیا تیرے لبِ شیریں نے — ہم ترے لعلِ رواں بخش سے بیجاں ہوئے

شعلہ کے دے ہے ہاتھ میں سر رشتۂ اجل — زر کا مباف کاکلِ پیچاں کبھی کبھی

شعلہ کدھر سے آئے بھکتے ہوئے یہاں تم — کرتی ہے چشم پر خوں کیوں یوں تتر فشانی
آویزۂ گہر سے روشن ہے اس کے رُخ پر — ٹپکے ہی پڑتی ہے وہاں حولی ولوجوانی

شوقؔ تخلصِ نقشِ رنگیں سحدائی وفیضِ خاتم خوش بیانی مظہرِ فیوضِ الٰہی میر عباس علی پورِ حضرت قاضی سید زین العابدین قدس سرہٗ سلسلہ لست بحضرت محبوب یزدانی پیر دستگیر روشن ضمیر حضرت سید احمد جعفر شیرازی منتہی میگردد در ہنگامہ کہ والد

خواب کتے ہے خیال لے اسکے ایک فتنہ بڑا جگا یا ہے
ہے گلابی جو ہچکیاں لیتی کوئی ے حوارا د آیا ہے

جلانا مارنا ہے عاشقوں کو اسکے قبضہ میں مسیحاؤں میں وہ شکل بت ہے پر کرتا خدائی ہے

یہاں تک تو نزاکت ہے کہ ڈالے جو گلے میں زنار ہوی خون کی زنار کے نیچے،

نہ ہلا تو ہی تہ خنجر قاتل شائق پیشتر عادت بسمل کبھی ایسی تو نہ تھی
شہرہ تخلص مرزا غلام علی نام از مغل زادگان بوده مسکن در سورت داشت
درعین بہار زندگی صرصر اجل گل وجودش را پژمرده ساخت عزیزی این شعر ناش
خوانده و دریں اوراق ثبت آمده
آج تحالہ لب نازک پہ اسکے ہے عیاں کیا شہرہ تم نے ملائے ہوں اسکے لب سے لب
شرف اسم باسمی شخصے بود در سورت پیشہ چابک سواری داشت
ہمعصر عبداللہ شاہ تجرد ومیراں اللہ نا در بود وہ ادرراست
منہ پر پروانے دکھایا ہے خدا خیر کرے دل کو نظروں میں اڑایا ہے خدا خیر کرے
شعلہ تخلص نامش حسن یار مشہور بہ بڑے آقا از اہل سورت مذہب اثنا عشریہ
می دارد در ابتدائے مشق با محبی غلام محمد شمحو صاحب بازار مشورۂ سخن گرم میداشت
دیوانے مختصر فراہم آورده مرد وارستہ مزاج وخوش اختلاط دریں ایام ارشد اولاد
فارس خان ست ازین کلامہ
تیرے کاکل کے تصور میں مجھے اے شمع رو شمع کی لو پہ دھوئیں کے بل بھی دکھلاتے ہیں سانپ

دے دیا ہم نے دل جسے لے شوق ۔۔۔ ایک دن آہ اس نے دل نہ دیا

کان کی بالی کا پتا تابشِ رخ سے ترے ۔۔۔ ہو گیا گویا کہ پتا نخل دشتِ طور کا

دیا دل شوق نے اس بت کو کہکر ۔۔۔ توکّلتُ علی اللہ تعالیٰ

ہے بسکہ شوقِ بوسہ تو پھرتا ہوں چومتا ۔۔۔ کوچے میں جس کے پاؤں ہوں نقش پائے دوست
ہم شوق سے اُٹھاتے ہیں بیداد اُسکی شوق ۔۔۔ تاب عدو ہے کیا کہ اُٹھائے جفائے دوست

موجوں کی طرح سے ہے جو دل بیقرار آج ۔۔۔ وہ بحر حسن کس سے ہوا ہم کنار آج
آنے کا وعدہ ہے کسی گلرو کا اپنے گھر ۔۔۔ جا اور جا برس کہیں ابر بہار آج

مضمونِ مارِ زلف کیا آن میں شکار ۔۔۔ طاؤس جب خیال کا اپنے ہوا بلند

ہمسائے ڈرتے ہیں بسکہ مجکو لاغر دیکھ کر ۔۔۔ بیٹھتے ہیں پاس میرے گر تو بستر دیکھ کر
اسکے ہے لگایا ہم نے خط شوق پر ۔۔۔ تاکہ داغ اسے یاد آئے دیکھ کر

قاصد جواب خط مرا لایا نہیں ہنوز ۔۔۔ اس نوجواں کو خط مگر آیا نہیں ہنوز

وحشت میں یہ پہناتے ہو لے چارہ گرو ہم ۔۔۔ اُس زلف کے ہیں ہم نہ کہ زنجیر کے مشتاق
تکلیف ذرا اے بت سفاک ادھر بھی ۔۔۔ صدقے ترے ہم رہ گئے شمشیر کے مشتاق

بزرگوارش منزل گزیں خلد بریں شدند معزز الیہ بن تمیز رسیدہ بود نواب گورنر جنرل بمبئی نظر سلوے خاندان آبا، کرامش مودہ مبلغ پنجاد روپیہ بماہش مقرر کردہ بالجملہ موی الیہ تقویٰ و صلاح و ورع و فلاح را شعار ذاتِ نیک کردار خود ساختہ اتباعِ شریعتِ نبوی عایت و تقلیدِ ملتِ حنیفِ حنفی نہایت۔ در فارسی دستگاہ ارجمند و در حل نکات و تتبع دلپسند چوں شوق دریں فن شوقِ تمام و رغبتِ تام میدارد افکارِ صحیحہ فصیحہ سر میزند شاہدانِ سلاست ابیاتش بکرشمہ و ناز شکیب ربائے زرف اندیشانِ بلاغت گوش و گلعذارانِ نکاتش بغمزہ جادو فریب اضطراب افگن اربابِ عقل و ہوش خلاصۂ فکر ایشاں است

خواب مے نوشی مجھے آتے ہیں اس میں شیخ | اس جگہ شاید کسی ہنگام میں مے خانہ تھا
لے گیا قاصد کو میرے یوں اڑا مکتوب تک | بات کرنے میں وہ ہاں تھا وہ یہاں گویا نہ تھا
شمعِ حسنِ یار پر قربان ہونے کے لئے | کونسا پروانہ تھا محفل میں جو پروانہ تھا

کاہے کو ہووے غم ہمیں اپنی وفات کا | پانی ہے اس کی تیغ میں آبِ حیات کا
صاحب ہیں یہ بھی تو درِ روحی کے واسطا | کر حکم ان حسینوں پہ کچھ تو زکات کا

میں مژدۂ وصال سے اک دم میں جی اٹھا | دم دے کے آج رشکِ مسیحا وہ بن گیا

مت آپ یہ کہو کہ نہیں آہ میں اثر | سو بار ہم نے چرخ ہے یوں تو ہلا دیا

تصورِ رخِ رنگینِ یار میں مجھکو | تماشا رہتا ہے آٹھوں پہر گلستاں کا
عجب نہیں دہنِ یار گر نہ آئے نظر | دکھائی دیتا ہے چشمہ بھی آبِ حیواں کا

گھر سے باہر نہ پری رو نکل آیا کیجے　　سر پہ دیوانوں کے جن کو نہ چڑھایا کیجے

ہوا ہے ہاتھ مرا خالی کس طرح اب شوق　　کہ دیکھنے کو نہیں نذرِ مہِ محرم کے

خوبیِ طالع ہے یہ بھی کہ ہوں مجرم میں بھی　　ورنہ خوبی پہ تری یوں تو ہیں مائل کتنے

سفاک اپنا ہو یہی شوق دیکھ تو　　آتا ہے کھینچ کے جو یہ تلوار کون ہے

شیدا تخلص خواجہ سعید نام ابن الخال نواب حسام الدین حسین خاں بہادر جغتائی نژاد بودہ اصلش از دہلی بود وے در برودہ از نہانخانۂ بطون قدم بعالمِ وجود نہادہ مرد نیک سیرت خوش طبیعت بودہ ذہنِ سلیم و فکرِ مستقیم داشت در ہر زمینِ سنگلاخ دو دو سہ سہ طرح غزل میکرد در جودت ذہنش این نقل زبان زد برنا و پیر است آوردہ اند وقتیکہ نواب مصطفےٰ خان شیفتہ مولفِ تذکرۂ گلشن بیخار بعزمِ زیارت خانۂ مبارک وارد برودہ بودند مشار الیہ خبر نواب شنیدہ بحضورش رفت و طرحے خواست کہ برا و طرح سخن کند نواب موصوف منزل زدہ و تعب کشیدہ راہ بود در عدمِ گفتن سخن ریختہ زبان آورد چون التماس او از حد گذشت ناچار این بیت فرمود

احباب تنگ کرتے ہیں فکرِ سخن کو اور　　تنگ آ رہے ہیں جان سے اپنی سفر میں ہم

شیدا کہ شیدائے این معنی بود بمجردِ استماع این بیت غزلے گفت و مصرع اولی بیت نواب را تغیر دادہ و مقطعِ غزل کردہ بحضور ایشان در آورد

شیدا طرح مانگے تو کہتے ہیں شیفتہ　　تنگ آ رہے ہیں جان سے اپنے سفر میں ہم

شیفتہ بعد مطالعہ غزل متبسم شدہ تحسین و مرحبا بر ذکاوتِ طبع شیدا خواندہ و در حقش

زندہ اک خلق ہو چکی ہے دفن　　ہم نے وحشت میں یہ اڑائی خاک
مر گیا میں جو قبرِ دشمن کی　　بہر تسکیں اُسے کھلائی خاک

جنت کو چلیں اُٹھا کے حوریں　　اُس کو ہیں جو جا کے مر گئے ہم

ہر دو در دوربینِ تصور سے شوق ہم　　دیکھا کسی کو کرتے ہیں ہر چند دور ہیں

جگر کے ٹکڑے کرو دل کو چور چور کرو　　جو تم سے ہو سکے ست اے بتو قصور کرو

اس کے چہرے سے مہ کو کیا نسبت　　بات ہے یہ بھی کوئی دور کرو
مہِ کنعاں کا حال ہے روشن　　حسن پہ مت تو غرور کرو

یہی ہے سوچ جس کو تا نہ حرف آئے نزاکت میں　　مقرر تم کو شوق آپ وہ لکھے گا نازنیں نامہ

کمر بند آپ کا ہے دام عفت　　میاں ثابت ہوا تیرے کمر ہے
پڑی ہے چاندنی ہر سو جو غش ہو　　وہ دیہاتی پہ شاید جلوہ گر ہے

شوق پھر اندیشہ کیا ہے تیرگیٔ قبر سے　　جی تصور میں ہے نکلا ایک شمع نور کے

سوجے کیا خاک اس کے درباں کو　　سرمۂ سحر ناتوانی ہے
ہو دیں عاشق کسی پہ کیا ہم شوق　　خضر سی کس کی زندگانی ہے

کیا بڑی عمر ہے یاد اس کو ابھی کرتے تھے　　وہ سواری بت ہوش ربا آتی ہے
کس مزے سے مجھے کہتے ہیں وہ دیکر بوسہ　　کس کو بیمارِ محبت کی دوا آتی ہے

شمس تخلص حکیم شمس الدین خلف حکیم عبد اللطیف از متوطنان سورت بسیار خوش اخلاق و خوش صورت بود افسوس کہ چراغِ زندگانی آن گلِ گلشنِ لیاقت را صرصرِ اجل در عینِ شباب کشت و والدش را قریب بست سال می باشد من تجلیات افکاره

تو صبحدم نہ نہالے حجاب دریا میں　　پڑے گا ٹوٹ ابھی آفتاب دریا میں

حرف الصّاد مہملہ

صاحب تخلص نواب فیع الدولہ بیگم نام جان بہادر معروف بنواب حامد بیگ خلف نواب مرزا محمد بیگ والی این بلدہ بیمو سوا دانوارِ مکارمِ اخلاقش زیادہ تر از آفتاب پرتو اندازِ ساحتِ جہان است تا چہاردہ سال باستقلالِ تمام راياتِ عدل و داد برافراستہ تاریخ چہارم جمادی الاول سنہ احدے وثمانین و مایہ بعد الف طایرِ روحش از قفسِ عنصری بسرادقِ خلد برین پرواز نمود و شخصے تاریخ وفات نعم عالم یافتہ چون طبعِ وقاد داشت ہموارہ با ارباب فضلا و شعرا رغبتِ کلی میداشت بدین تقریب از اکناف و جوانب علما، و فضلاء ہر فن رو بیارگاہش نہادند و ہر یک فراخورِ رتبۂ خویش بصلہ و جایزہای فاخرہ سرفرازی و عزت مال کلام یافتے و اکثر وقت بعد الفراغ از مہمات مالی و ملکی مشغولِ شعرگوئی می شدند و شعرا را بیش نوازش می فرمود از کلمات الیشان است

آہ معلوم نہیں ساتھ کے اپنے شب و روز　　لوگ جاتے ہیں چلے سو یہ کہاں جاتے ہیں

صوفی تخلص درویشی مجہول الحال است کہ در احمد آباد می ماند او راست

اس زرد پوش کی جو ہنسی کی صفت لکھوں　　صوفی مرا قلم شجرِ زعفران بنے

مابین بعد الف راہی سفر حجاز بود بعد شرف یابی عتبہ بوسی روضۂ مقدسہ فیما بین حرمین الشریفین زادہما الشرفا در عین عالم جوانی وصل بقائے رحمانی شد اللہم اغفر و الرحم صاحب دیوان است اینچہ گفتارش بہم رسید ثبت گردید۔

ہر آن تیغ سے شیدا کو کیا ڈراتے ہو　　بس آزما لیا جب جی میں آزمانا ہوا

بزم میں رونے لگا جو ابھی ہنستے ہنستے　　تیرے شیدا کو خدا جانے کہ کیا یاد آیا

گھر میں آ نا مرے آ یا ملک الموت سمجھ کر　　آیا ہے یہاں قاتل خونخوار کوئی شخص
میں نے کہا کوچے میں ترے آ ؤں تو بولا　　جاتا نہیں جنت میں گنہگار کوئی شخص
ہستا کسی گلرو سے ہیں میں کہ مباد　　ہو جائے گلے کا نہ مرے ہار کوئی شخص

نہ ذوق سجدے ہیں برہمن نہ اہل دین واقف　　مگر ہے آستانہ ترا یا میری جبین واقف

تمکو دعوی عشق میں تجکو غرور حسن ہے　　میں کروں بلبل کو شرمندہ تو کر گل کو خجل

رشک عدو سے رنج اٹھاتے ہیں گھر میں ہم　　آرام کے لئے ہیں خیال سفر میں ہم

بیمار محبت کو ترے رشک مسیحا　　تعویذ کی جا ہے تری تصویر گلے میں

قصد توبہ شکنی خلد میں حوروں کو ہوا　　تا دم مرگ جو شیدا نے نبہائی توبہ

حرف الظاء معجمہ

ظفر تخلص ماہرِ رموزِ شاعری سید مظفر حسین بخاری دامادِ سجادہ حضرت کمال الدین قطب عالم رحمۃ اللہ علیہ تولد و نشو و نما با احمدآباد دارد۔ در حلِ نکاتِ فارسی و دریافتِ استعارات دخلِ معقول و در نثر نویسی و تاریخ دانی سلیقۂ مقبول چون نفسِ ناطقہ است لذت یافتۂ این فن است نظمِ دلکش و اشعارِ بے غش می نویسد سیدیست بوصفِ حلم و علم معروف و از احبابِ راقم و تربیت یافتۂ سید باقر علی باقر من خیالاتہ

جنبشِ بازوے نازک نے کیا کام تمام ہات کرنے بھی نہ پایا وہ ستمگر اپنا

ظفر تیری غزل کل کس لیے میخانے میں گائی تھی لبِ مینا سے جو ہر دم خطابِ لفظِ قلقل تھا

گھر بنا خورشید رو کا سمتِ مغرب شہر میں توبہ مے سے کیجیے پیش از طلوعِ آفتاب

چشمِ پر طوفاں کی گنجائش نہ ہو گی شہر میں میرے رونے کو ستمگر اک بیاباں چاہیے

حرف العین مہملہ

عابد تخلص نامش غلام زین العابدین عرف میاں جان پسرِ منشی حسین الدین مولدش قصبۂ رآندیر است خدمت تحصیلداری قصبہ مذکور از جانب سرکار انگریز بوالدش مفوض بود از چندے در سلکِ ملازمانِ نواب صاحب کھنبایت منسلک در فارسی فی الجملہ استعداد دارد فکرش درست معلوم می شود فیض یابِ اصلاحِ میاں سمجو صاحب است او راست

حرف الضاد معجمہ

ضاحک تخلص مرزا احید الدین بیگ خلف نواب امتیاز الدولہ معز خان بہادر والیٔ ایں بلدہ بعد تنزلِ ریاستِ پدرِ بزرگوار خود در بمبئی رفتہ اقامت میداشت و بوقع وقار تمام میزیست و از سرکار انگریزی برایش ماہوار مقرر بودہ قریب بست سالست کہ راہیٔ سفرِ آخرت شدہ مسموع یافتہ کہ صاحبِ دیوان است من کلامہ

دل پژمردہ کی تو داد دلا جا آجا — شربتِ وصل مجھے یار پلا جا آجا
یہی امید ہے ضاحک کہ بہانہ مت کر — میرے رحموں کو ترے دل سے ملا جا آجا

نرگسی چشم کا بیمار ہوں کن کا اس کا — تشنۂ شربتِ دیدار ہوں کن کا اس کا

حرف الطاء مہملہ

طالب تخلص مرزا محمود بیگ المخاطب بعزت اللہ خاں از امرائے نامدارِ سرکارِ نواب حامد بیگ بودند از وست

طالبا بازارِ دُنیا کے تماشے پر نہ بھول — کارواں کتنے گئے ہیں اس جہاں سے کوچ کر

طالب تخلص شیخ علی اللہ ساکن قصبہ مرہٹہ کہ یکے از قصبات حوالی احمد آباد است الحال بطور ملازمت مہاراجہ گائکوار اقامت ورزیدہ می دارد از وست

اُڑ جائیگا یقیں ہے غبار سے کے طور پہ — پہنچی جو آہ میری اگر آسماں تلک
میں بھی تو جانوں کہ اٹھاوے یہ بارِ غم — گا دِ زمیں کی بھی نکل آوے زباں تلک

سندر را مراد ب بوزرنہ تصور کنند انگاہ یک لطف بطریق ایہام حاصل شود والا نہ چیزے را
کہ قلندراں اکثر قرد در ا پرورش می کنند غرضکہ عزلت دو دیوان دارند دیوان ہندیش
دریں ملا دکمیاب لہذا فقط سر چند اشعار کہ در تذکرہ ہائے سابق نوشتہ اند تقلید کرده
شد چوں شاعر قدیم ایجاست لہذا بالکل ذکرا ورا ترک کردن مناسب نظر نہ آمد خلاصہ فکرا وست

مرگ دل کا ہی فاتحہ نہ پڑھا — عزلت اخلاص کیا رہا ہو گا
داغ اشکوں میں بوئے جو آئے آتش — کھل کے لالہ کہیں ہنسا ہو گا

ہم سے گر سر جھکا اہل تکبر کا تو کیا — فخر آدم کئے ابلیس کا مسجود نہیں

فقیروں سے نہ ہو بے رنگ لا فصل ہو لی میں — ترا جامہ گلا لی ہے تو میرا خرقہ بھگوا ہے

شکستہ کر کے مرا دل نظر نہ کر اس پر — یہ ٹوٹا آئینہ ہے منہ تری ملا دیکھے

عرفی تخلص علام وحید الدین نام از فرزنداں حضرت شاہ وحید الدین قدس سرہٗ
من وجہ در سخندانی بہرہ طبع ہموار دارد از تازہ مشقان کھنبایت است ادمی گوید

کس نے کی جبین ابرو کہ گرا طاق سے یہ — پھر ہوا شیشۂ دل چور دو بارا اپنا
لیں حد سہ بوسہ اُدھر دل کے ہوں ٹکڑے عرفی — خنجر ابروے قاتل ہے دو دھارا اپنا

غبار نقش پائے نگار خاک ہوں — ہوا خواہ ہو کہو باد صبا کو
طبیعت ہو رسا عرفی جب اپنی — دکھادے یار گر زلف رسا کو

اب کس کو کہیں سوا صدا کے — بت سنتے ہیں عرض کس کسی کی

خندهٔ دنداں نما سے کیوں نہ وہ گلرو کرے
عاشقِ مفلس کی خاطر درفشانی ان دنوں

اس پری کو دیکھ عرصہ ہوش عابد اڑ گیا
دشمنِ جانی ہوا ہے یارِ جانی ان دنوں

عباس تخلص سید عباس علی از سادات ایں بلده بود و در سلکِ منشیانِ نواب امتیاز الدولہ معز رفاں بہادر سرفراز یکے دو رقعہ نوشتہ او بنظر رسید معلوم شد کہ فارسی را خوب می دانست حالاتِ جنگ نواب موصوف با سرکار کمپنی و قابض شدنِ انگریزاں بلدہ بھروچ را تمام و کمال در نظم ہندی آورده از و یادگار است بیادہ از سی سال است کہ ہم آغوش لحد است بیت

جس جگہ حسن کا بازار ترے ہووے گرم
یوسفِ مصر کا واں کوئی خریدار نہ ہو

علی تخلص شیخ علی ملقب بہری متوطن بمبئی است و از مشاہیر شعرائے آنجا است مسموع شده کہ یک قصیدہ حسنیہ بنام نواب مدراج موزوں کرده بہری موصوف از بہری گردوں دوں آنچہ صلہ و انعام کہ یافتہ بود در راه قطاع الطریقاں بدو دوچار شد آں ہمہ بدیشاں توضیع نمود در فارسی ہم سرے زند من افکاراتہ

مرا جلتا ہے جی اس بلبلِ بیکس کی غربت پہ
کہ گل کے آسرے پر یوں لٹایا خانماں اپنا

عزلت تخلص اسمش سید عبد الولی خلف سید سعد اللہ از قدیم تارک خیالان سورت است مزار بزرگانش بیرونِ شہر پور در مغلی سرا کہ یکے از محلات سورت است واقع است بر توطن سورت او ایں نقل شاہد است از آنجا کہ غلغلہ جہاں گردی سید موصوف باوجود تخلص کردن عزلت بسان شہرهٔ عنقا در عالم رفتہ در شہرے ہنگام سیاحت محفل مشاعره با کسے درویشے سلوک ظاہری کم مرعی داشتہ باشد ازیں جہت آنمرد آزاد طرافتاً دستِ عزلت گرفتہ ایں شعر ورا خواند

عبد الولی بسورتِ بندر رسیده است
شکر خدا بدستِ قلندر رسیده است

عزلت از جوہر فقیر مطلع شده مرہمِ معذرت بر ریشِ درویش نہاد اگر لفظ سورت بسین مہملہ

مرا تو ناصحو اس سے بھی دن نکلتا ہے — شراب کا ہے کو ہے آفتاب شیشے میں

اہلِ جنت کو ہوا عرصۂ محشر دوزخ — تپشِ دل جو وہاں لائی پریشاں مجکو

عشقِ کاکل نہ چھوڑنا علوی — سانپ رکھا بھی کام آتا ہے

جس جائے دیکھوں صورت جاناں ہو دکھے — آئینہ وار بن گئے دیوار و در سب مجھے

کام آیا کچھ نہ عشقِ بتاں کنجِ قبر میں — ہاں ایک وہاں چراغ تھا داغِ جنوں مجھے

یہاں گر طبع برہم ہے تو وہاں زلف پریشاں ہے — لبوں پر گر یہاں ہے آہ وہاں بھی دودِ قلیاں ہے

ہے نثارِ گردِ راہِ یار لو پر آفتاب، — آستاں پر ہے بجائے سنگ مرمر چاندنی
شب وہ کہتا تھا اٹھا جاتے ہیں ترے گھر کیونکر آئیں — مجکو علوی ہو گئی سدِ سکندر چاندنی

حرف الغین معجمہ

غالبؔ تخلص سید حاجی میاں از سادات بڑودہ مرد خوش مزاج حمیدہ اطوار و از آبا و اجداد خود داخلِ زمرۂ ملازمانِ مہاراجہ گائیکواڑ است اکثر طبع مائلِ مناقب جنابِ مرتضوی است از فکر کردۂ اوست

زلف میں اور پریشان ہوا دل اپنا — کب سنبھلتے ہیں سنبھالے سے جو دیوانے ہیں

تھی وصل کی شب بھی ہات پائی　　پائی نہ مراد ہم نے جی کی
خاموش بقول گویا عرفی　　اچھی نہیں شرح عاشقی کی

علوی تخلص الموسوم بغلام جیلانی از اولادِ شاہ وجیہ الدین مولدش در احمد آباد وسن رسید در لکھنایت رسیدہ دریافتِ مذاقِ مضامینِ شعر باندازہ خوب طرزِ سخن گوئی خوش اسلوب مردِ نیک سیرت و عالی فطرت است اصلاحِ سخن از میاں سمجو صاحب دارد ایست از کلام اوست

خاک ڈالی دیدۂ درباں میں اپنے ضعف نے　　ہم گئے محفل میں اور وہ دیکھتا ہی رہ گیا

تو فلک مجھ سے اگر بر سرِ احساں ہوتا　　میں سیہ بخت تو تھا کاکلِ خوباں ہوتا

اتنی مدت سے ہیں عریاں ہو کہ اے جوشِ جنوں　　چاک کرنا بھی گریبان کا میں بھول گیا

گرہ بازلیک کبوتر بھیجا اس کو بدلے قاصد کے　　کہ تا عقدہ کھلے اسپر مری بیتابیٔ دل کا

یہ عالم اس کے جھبو کے کا ہے جس محفل میں وہ گل تھا　　وہاں گل ہو گئی تھی شمع اور پروانہ بلبل تھا

صدقِ پائے نگاریں ترے دھو کر پینا　　ہے تپِ دل کو مرے شربتِ عناب سے خوب

اہلِ سخن یہاں کے بھی سحر البیاں ہیں　　سو تی نہیں اُلگتے ہیں کچھ شاعرانِ ہند

سرمۂ سحر تصور ہے مرا اے علوی　　اس کو اب مجھ سے ہوا خود کو چھپانا مشکل

مردِ خوش مزاج و خوش گو مستجمع اوصاف بیکو در فارسی قدرتے سیکا در گجراتی ید طولیٰ دارد از جانب سرکار انگریزی بر خدمتِ منصفی مستقل و از دائی راہِ اتحاد با حسن الوجہ جاریست و از تلامذۂ میاں ممنو صاحب است من نتائج طبعہ

فرطِ شوق وصل سے دو پٹے ہے اٹھ اٹھ نزع میں   مرتے دم پاؤں نکالے کیا تڑپتے بیمار نے

فائق تخلص این ضعیف و نحیف اگرچہ فقیر در این فن رغبتے و میل خاطر نمیداشت گاہ گاہے بعدِ الفراغ از طالب علمی بتحریکِ محبانِ صادق و احبائے موافق فکر سخن میکرد . میخواست کہ خود را بزمرۂ نکتہ پروران نامی و دقیقہ سنجان گرامی در آرد امانظر باینکہ دقیقہ شناسانِ روشن قیاس و زر و سیم قیاسانِ دقیقہ شناس بمقتضائے نفس سلیم خطا پوش و طبعِ حلیم عذر نیوش بے بضاعتاں را معاتب خطا نمی کنند و در اخفائے معائب می کوشند افکار موہومہ خود را معروض می دارد

اندیشۂ صبح ہیں شبِ وصل   بس تا صبح ہوا وصال ایسا

کہتے کہتے حالِ دل قاصد کو پہنچے یار تک   شوق نے کیا منزلِ مقصود کو پہنچا دیا
حاجب ہیں نظارہ ہونے کے سبب کچھ تھی امید   بختِ خفتہ نے وہ لے آئینہ کو لپیٹا دیا

ہوا یہ غم کھلی جب خلد میں آنکھ   یہاں کوچے سے تیرے کون لایا

اپنی قسمت کے لکھے کو روئیے   کیا گلہ ہے گنبدِ دوار کا

زلف کے کھلتے ہی تاریکی ہوئی سب میں نمود   روزِ محشر پر گرا سایہ شبِ دیجور کا

چاند تک دکھلا کے سمجھاؤں یہ کیا صورت کروں　　مانگتا ہے طفلِ دل ہٹ کر کے اُس کی سی شبیہ

غمگین تخلص منشی فرید بخش اصلش از ہند قریب سی سال است کہ در ندمائے
خاص نواب ابراہیم خاں والی سچین ستمردہ می شود شگفتہ طبع و خوش وضع است او راست

شمع رویوں کی ملاقات سے کرتا ہے تو منع　　ناصحا آگ لگو اس ترے سمجھانے کو

دامِ ہجراں میں گرفتار ہوں جوں مرغِ اسیر　　پڑا تڑپوں ہوں رخ خال کے بن دانے کو

غنی تخلص شمس خواجہ ابراہیم از باشندگانِ سورت مرد خوش صحبت و خوش
سیرت و شیمۂ خلق و تواضع در طینت میدارد گاہے شعر کہ فارسی ہم میباشد در اوائل
مفلس تخلص میکرد در دورے نواب ابراہیم یاقوت خاں والی سچین کہ از جوہریانِ این فن
است نظر بر گوہرِ بے بہائے طبیعتش فرمودہ تخلص مفلس بیجا انگاشت و گفت کہ ایں روزے
غنی تخلص نماید غنی کہ از فکرِ موزونی بود بدیہتہً ایں شعر بر زبان راند فرمودہ۔

کب تک کہے گا مفلس اے چرخِ بدگہر تو　　یاقوت خاں نے مجکو اب تو "غنی" کیا ہے

عرصۂ چند سال ستکہ در سرکار نواب حسام الدین خاں بہ پیشۂ طبابت متعلق۔ قوتِ حافظہ کمال
است اشعارِ اساتذہ یاد ذہنش بسیار از وست

آج اُس چھوٹے کی جھولی سے ملے گی کیا مجھے　　جو پھڑکتے ہیں مرے پیرِ مغاں کچھ شب سے لب

مثلِ تصویر تحیر میں بس آجا دے ہے　　آئینہ دیکھے ہے جب اس مری حیرانی کو

رہتی ہے چت چڑھی اب کسکی سنہری رنگت　　جو ان دنوں غنی کا چہرہ ہے زعفرانی

حرف الفا

فاضل تخلص شہر الاماثل شیخ فاضل مشہور بہ دوسو میاں کہ مہیں برادر بخشو میاں محسن

جان دی تب ہوا وصالِ صنم — نفع کو دیکھ اور ضرر کو دیکھ
شمع پروانہ دیکھتا ہے کیا — تو مری سوزشِ جگر کو دیکھ
کیا وہ جیتا ہے ہجر میں ظالم — پوچھتا ہے یہ نامہ بر کو دیکھ

اُس کا پیکاں ہے آبدار بہت — پر مرے خون کا پیاسا ہے

یاس و اُمید کے جھگڑے میں پھنسے ہیں فایق — کب خدا جانے ہمیں اُن سے رہائی ہوگی

اس بلندی پہ کیوں فلک ہے غرور — جتنی رفعت ہے وہ ہی پستی ہے

بے نیازی ہے اُسکی قابلِ ناز — حرم بخشے ہے ہر بہانے سے
اُس دہن لے گیا لبِ معشوق — جی بتنگ آگیا زمانے سے
حیف ہے چھوڑ دی گلی اس کی — فایق اغیار کے ڈرانے سے

یار کے ہم ہیں تشنۂ دیدار — آب کوثر سے کیا ہو سیرابی

دم آگیا جدا دول کا لبِ ناک ہیں ہمدم — دیوانگی کرنے لگے زنجیر کے ٹکڑے
فایق جو کئی دن سے مقلد بقصا ہیں — اس واسطے کرتے ہیں مزامیر کے ٹکڑے

فدا تخلص سید حسین نام از ساکنان قصبہ بردہ سید ساہ بیٹہ است مشورہ سخن باخواجہ سعید شیدا میکرد از دوست

زکوٰۃِ حسن دو بوسہ فدا کو — کسی سائل کو جھڑکا یا نہ کیجے

کاٹے ہے اب انگشت کو حسرت سے دہاں میں — کشتہ ہوا ہے فائق بے دل نظر آیا

نہیں قالین کی حاجت رہی کچھ — بچھانے کو ہے کافی مرگ چھالا

گر ہمکنار ہوں گے نہ اس بحر حسن سے — دنیا سے بھر کریں گے کنارا بسان موج

کس طرح دل کا اب حصار کریں — عشق پہنچا ہے فوج غم لے کر
مے پیئے گا یہ یار بن فائق — گر کوئی آئے جام جم لے کر

مثل گوہر اس کے دندان درخشاں دیکھکر — ہو گئے اختر سما کے سارے حیراں دیکھکر

شہید کر کے نہ آیا مزار پر قاتل — تو بیقرار ہوں بسمل سا زیر خاک ہنوز

نہ نامہ نہ پیغام سے ہے تسلی — رہیگا یہ پھر جان غمگین کب تک

شمع رو کے عشق میں فائق ہوئے ہیں سوختہ — پر بہت ہیں اب بھی پروانے کے شرمانے کو ہم

دن بدن طفل اشک ہیں ابتر — دیکھیں اطوار کیا نکلتے ہیں

شمع کی قبر پر نہیں حاجت — اپنے سب داغ دل کے ہیں روشن

وہو ہذا۔

یہ اسی کی شمیم کا گل ہے　　　اے صبا کیوں ہمیں اڑاتی ہے
وہ تو یہ ہم آئینہ ہے ہم پہ زلف　　　کس لیے پیچ و تاب کھاتی ہے

حرف القاف

قطب تخلص ملا قطب الدین از متمولان و معمران سورت بودہ بزرگانش از بارگاہِ خلافت مخاطب بملک التجار بودند در سلیقۂ صحبت از ہمعصران فائق صورت با سیرت مطابق داشت حیف کہ گلچین اجل در ریعانِ جوانی گلِ وجودش را برچید و نخل بندِ قضا قامتِ موزونش را کہ سروے بود از خیابانِ گلشن جنت رسانید دیوانے دارد قلیل الحجم چند روز برائے اصلاح میاں تجلی دادہ بود از اتفاقات شاید از سہو وقت طارحہ لفظ قطب را کہ تخلص خودش بود در یک شعر متحرک بوزن آوردہ محمد اسحق متخلص با سحق دریں خصوص معارض گردید و ایں مضمون را بنظم کشید فرمود

بجائے حرم لفظِ قطب بر ضم لکہ بھاری ہے　　　یہ اس کے جرح کے محور میں کس نے میخ ماری ہے

اگرچہ ازرشکِ نوگریزِ خامہ ام گرہ در دلِ نافۂ آہوئے چینی گرہ بستہ اما معاذ اللہ گاہے غبارِ نکتہ چینی بداماں خاطر نہ نشستہ چشم دارم کہ اگر بپائے چشم دریں باغ سراپا بہارم بشتابی خار عیب و معائب نکنی اینجا بی مگر چوں ایں بیت خالی از لطف نبود تحریک و تکلف بعضے دوستانِ ظرافت پسند مرقوم شد خلاصہ فکر اوست

کس ہا سے یار کے کوچے سے جاتی ہے بہار　　　جھوٹ ہے کہتے ہیں سب گلشن میں آتی ہے بہار

قطبی تخلص قطبِ دائرۂ شریعت شمس منازلِ طریقت مصباحِ انوارِ معرفت کاشفِ اسرارِ حقیقت مقررِ القوانین باضافت البیان و مبین الفوائد بالدلائل و البرہان بحر العلوم الاعظم جامعِ فنون الحکم برہان المجتہدین فخر المحدثین مخدومِ دوراں مولانا جمال الدین حسن خان

فرحت تخلص ابن نواب براہیم یاقوت خاں والی سچین برادر کوچک سید میاں اخلاص از نامش مطلع ہیم این چند اشعار ایشاں بنام ایشاں مشہور بود نوشتہ شد

بہ حسرت دل جس کی نگاہوں پہ مرے ہیں
مدِ نظر اس شوخ کے جیدہ سرسے وہ سرے ہیں

جس دن سے جیدے دل نے کیئے یار سے فرحت
کچھ تجھ ہی سے تنہا نہیں عالم سے برے ہیں

فرحت تخلص نامش بسانِ فرحت فی زماننا ناپیدا از قدیم سخن سرایانِ سورت است از وست

وہ رشکِ ماہِ تاباں ہے بیحجاب مجھ سے
تو آج میرے گھر میں اے آفتاب مت آ

فضل تخلص شیخ فضل نام از اولاد میاں مخدوم کھیں برادر غلام شاہ جولاں از شعرائے تازہ مشق احمد آباد طبعِ تیز میدارد در فارسی توجے کامیاب بہ اصلاح سخن از میر باقر علی باقر است از وست

سوئے ہم ابروِ مژگاں کے تصور میں کبھی
خواب میں کبھی آیا تو ہردم تیر اور تلوار کا

چین کا نقاش بھی چین مان جاوے ہے فضل
کھینچے گر نقشہ ستمگر کی جبیں کی چیں کا

فقیہ تخلص باپو نام از اہل بمبئی واز مشاہیر شعرائے آنجاست چند سال است کہ رحلت نمودہ۔ از وست

ہم نے افلاک کو سو رنگ بدلتے دیکھا
لیک قسمت کے نوشتے کو نہ ٹلتے دیکھا،

میں ہی ان زہرہ جبینوں کا ہوا کیا مقتول
یہاں فرشتے کا بھی بس پاؤں پھسلتے دیکھا،

فراقِ یار میں رونے سے بینائی ہوئی زائل
بلا سے یہ بھی بہتر ہے کہ صبح و شام سے گذرے

فہیم تخلص ملک سردار جو ائیست از تازہ مشقانِ سورت زکاوت در طبعش معلوم میشود و چند اشعار خود را بنظر فیض مسطر میاں سحو گذرانیدہ ازاں اشعار پسندیدہ شد

التماس یہ ہے کیا فائدہ طولِ کلام　　　ہے کفایت بس یہی قطعِ سخن مطلب کے دو

اگرچہ مشتہر ہے حسنِ گل اندام سو سو کوس　　　ہمارے عشق کا بھی ہو رہا ہے نام سو سو کوس

حرف الکاف

کاظم تخلص محمد کاظم نام نسبتاً در بندر کھنبایت یافتہ مسموع شدہ کہ جوانیست بہ تہذیب اخلاق و مروت آراستہ و بحلیۂ ذکاوت ذہن پیراستہ حال از چندے بخدمتِ تحصیل کام پرگنات کھنبایت از سرکار نواب حسین یاور خاں بہادر سرفراز است از دست

نہ وہ آیا نہ مجھکو بلوایا　　　نہ تو خط کا مرے جواب آیا
اسی عالم یہ خواب میں دیکھا　　　اضطرابی سے پھر نہ خواب آیا

کامل تخلص اسمش سید منصور از ساداتِ بڑودہ از کلام اوست

غلط ہے حشر ہو خورشید کے نزدیک آنے سے　　　ہمیں اس شوخ کا دور رہنا ہی قیامت ہے

کامل تخلص کاملِ نصابِ سیادت و اکمل النصیبِ ایتِ دودۂ اصافِ سعادتِ ازلی و شجرۂ الوابعِ دانشِ لم یزلی شمعِ شبستانِ خاندانِ مصطفوی گوہرِ شب چراغِ دودمانِ مرتضوی میر کمال الدین حسین رضوی خلف جناب سیادت مآب سید باقر صاحب سلسلۂ نسب بواسطۂ حضرت سید احمد جعفر شیرازی قدس سرہٗ با امامِ عالی مقام امام محمد نقی کہ امام دہم اند از ایمہ اثنا عشر سلام اللہ تعالیٰ علیہ و علی جدہ شفیع یوم المحشر منتہی می شود عالی نژادِ دودمانِ فخیم و خاندانِ عظیم است منصبِ قضاوت در ہنگامِ قیامِ عدالت بقلعہ کہیرہ بوالدِ بزرگوار مفوض بودہ تولدش در سورت رو دادہ پس رشد درین بلدۂ عشرتِ مہج رسیدہ ایدون اقامت پذیرِ احمد آباد است تحصیلِ فن در خدمتِ فیضدرجتِ حضرت والد ماجدِ اعی کہ ایں العلم حضرت می سو دند نمودہ و نیز استفادۂ علوم از استادنا مولوی نور محمد صاحب کردہ

خلفِ نواب نورالدین خاں اگرچہ کلکِ مقطوع اللسان و خامۂ ژولیدہ بیان تحریرِ فضل و
کمالاتِ صوری و معنوی و اوصاف و اخلاقِ ظاہری و باطنی مہرِ سکوت میدارد اما چوں
تقربِ حصولِ سعادتِ ابدی و دولتِ سرمدی بدستِ ناطقہ آمدہ یک بار ازیں معنی باز ماندن
از بیخردی انگاشت ناچار باظہارِ مجملے از احوالِ قدسی مآل صفحۂ اوراق را زیب و زینت داد کہ مولینا
از اجلِ دودمانِ سیادت است فضائلِ ظاہر و باطن اظہر من الشمس بمساحتِ روزگار رشحہ ایست
خمخانۂ خیالِ فکرتش بر ذوقِ نشاء معارف و حقایق و ساغرِ تصوراتش لبریزِ بادۂ لطائفِ دقائق
ضمیرِ مہر تنویرش مشرقِ انوارِ الٰہی و سینۂ فیض گنجینہ‌اش مخزنِ اسرارِ نامتناہی بالجملہ مولانا
را چوں علومِ دیگر در فنِ نظم قدرتِ تمام است ابیاتش چوں منزل گزینانِ راہِ مولیٰ از تکلفات
مبرا نظمش ہمچو اسرارِ سالکانِ توحید ہوش ربا چوں بسیاری وقت فارسی زباناں از حلاوتِ
مضامینِ ایشاں کہ احلیٰ من العسل در حق او تواں گفت شیریں کلام مقاصد خود میشوند اما خوشہ چینانِ
خرمنِ ہندی تمتع از مطالبِ دلپسندِ خود نیافتہ بودند بدیں تقریب بعضے وقت لآلیِ شاہوارِ
ہندی را بسانِ عقدِ ثریا بسلکِ نظم میکشند و ست بر جان سخنورانِ ایں زباں می نہند کلکِ
سلامت سلک راچہ یارا کہ از در ثنا خوانیش درآید پس بمقتضائے ایں فرمودہ شعر:-

زباں درکش کہ جائے دم زدن نیست   سخن کوتہ کہ میدانِ سخن نیست

بتحریرِ کلامِ اعجاز نظامش سامعانِ حقیقت بیں را سعادت اندوز می سازد

وصل فرہاد کو شیریں کا میسر نہ ہوا   فائدہ کچھ نہیں گر زور ہوا زر نہ ہوا

کیونکہ بوسے ہاتھ آویں لیسے یہ مذہب کے دو   جو نہ مانے ایک بھی گر واسطے سو رب کے دو
منحصر کچھ منہ کے بوسے پر نہیں اپنا سوال   پاؤں کے دو ہات کے دو بار دو کے غبغب کے دو
بوسہ وہ پہلے دیا کرتے تھے ہم کو بے حساب   خوبیِ قسمت سے اب ٹھہرے ہیں ملے سب کے دو
ایک بوسہ اس کفِ پا کا غنیمت ہے ہمیں   یہ کہاں اپنا دہن ہے جو دو تم لب کے دو

رات دن رہتے ہیں کوچہ میں پریزادوں کے　　کاش ہو جائے کوئی ان میں مسخر اپنا

ہم خوش تھے اعتمادِ وفا وہ بھی جانتے　　غیروں کا اپنے ساتھ نہیں امتحاں ہوا

وصل میں رہ گئی سب حسرتِ دل　　تا سحر رخ نے ترے بیہوش کیا

غبارِ رشک عدو آئینہ نے صاف کیا　　وگرنہ یوں بھی تو کب مجھ سے یار ملتا تھا

بندھا نہیں کمرِ یار پر دوپٹا سرخ　　ہوا ہے موئے کمر کو خضاب مہندی کا

خیالِ دیدۂ مے گوں میں شعر پڑھتے ہیں　　یہ کیفیتیں عجب منہ کھلا ہے قلقل کا

کم نظر آتا ہے ظالم سے عدو کا التفات　　یاد آیا ہو نہ اس کو جو ستم ہم پر ہوا

بیتابی سے یادِ رخ میں پاتا ہوں قرار　　سیماب بھی ہوں تو پشتِ آئینہ کا

اس کو تحریر شکایت بھی ہوا ہم پہ عذاب　　اک بلائے جاں تھا لکھنا نام بھی اغیار کا

کیوں کیجئے نہ دیدۂ لطافت سے اس پہ صاد　　اک فردِ انتخاب ہے مضموں غال کا

اس چشمِ مست کا دمِ مرگ آ گیا خیال　　تلخئ نزع میں بھی مزا تھا شراب کا

حدّتِ ذہن بمرتبہ ایست کہ تیز زبانان بحضورش بے زبان و حاضر جوابی اش بمرتبۂ
است کہ حاضر جوابان پیش وے ہیچ مدان سلیقۂ نوشتن نثر بسیار رنگین و نظم ہجو لب
دلبران رنگین و شیرین آنچہ از دودۂ قلمش بر آید حلوائے بے دود است بلکہ آنچہ نوشتہ
ایشان نیز باید افزود بہ سراپا کمال بود نش تخلصش دلیلے است روشن و ہویدا کہ کامل در
کلام ہجو یا ہ تمام پیدا است بہ ہذا ار علوم متداولہ کمالیتِ بلیغ میدارند اما فکرِ سخن و دریافتِ معانیش
روشن کہ از نیکوئے مزاج و ظرافتِ طبع است بے تذریق رتبہ شعر را العلو مرتبہ رسانیدہ خیالش
شاہدیست ربیا الطمس قبلہم انس ولا جان نظمش لعلے است رہمرانِ ہنگامہ یا قوتِ بدخشان
ہموارہ فکرِ صحیح و کلامِ فصیح سر ریز ندا انحصار۔ کمالاتش نامحصور است لیس از ایرادِ ابیاتِ چند
ایشان بکامل شائقانِ این فن مژدۂ عیدِ عشرت ہا وید میکند

اس نے دی غیر کو انگشتری فیروزے کی — رنگ بدلا ہے لبِ اس وقت یہ کیا کیا اپنا
یار کے وصفِ سراپا میں کمر کی جا پر — ہم نے اس شعر میں باندھا ہے سراپا اپنا
بوسہ پائے صنم وصل میں کافی ہے کہ سر — اُٹھنے دیتا ہی نہیں شکر کا سجدہ اپنا

ہوسِ دل کو مل گئے بوسے — لبِ معشوق کس کا تیر ہوا

خاک اس صفائی پر کہ شبستانِ تار میں — لوگوں پہ کھل گیا مرے دل کا معاملا

گرمیِ ہجراں نے دی اشکوں میں تاثیرِ شرر — آنسوؤں کے پونچھتے ہی میرا دامن جل گیا

تیرے پانی کے جوانے پہ بھی مرتے ہیں عدو — بس دمِ تیغ ہے ان کو دمِ آخر میرا

وہ جفاجو یہ کیوں ہو مجھ سے خوش — آپ میں اپنا دشمنِ جاں ہوں

اڑتی پھرتی ہے مشتِ خاک اپنی — ہم سلیمان اپنے وقت کے ہیں

جرمِ افشائے راز پہ ہیں غضب — چشمِ تر نے کیا ہے تر دامن

رکھا کم ظرفیِ دل نے ہمیں محروم ساغر سے — ہوئے بیہوش شیشہ دیکھتے ہی اسکی محفل میں

دل اس نے لیا جو تھا کمیں میں — خم آگیا زلفِ نازنیں میں

وہ حسن پہ مغرور جو رہتا ہے تو ہم بھی — جی میں ہے کہ آئینہ کی دوکان نکالیں

یہاں شکستِ رنگ ہے اور حسنِ روز افزوں وہاں — رنگ کھلتا ہے وہاں جتنا سو اڑتا ہے یہاں

ہے اگر ان کو نازکی پہ ناز — ہم بھی یہاں ناتواں رہتے ہیں

ہم سے کہے ہے قلقلِ مینا شبِ وصال — کیوں آج بند مرغِ سحر کا گلو نہیں

کل وہاں کم سخنی آپکی ہوگی معلوم — گر مرا نامۂ اعمال کھلا محشر میں

اس کے کوچہ میں ہیں جو خاک نشیں — آسماں پر دماغ رکھتے ہیں

یاں سے کب تک غبار ہے کتنی ہائے عدو
بھرتے بھرتے اب تو دل بھی شیشۂ ساعت بنا

ہم سے تو حالِ عیشِ وصل نہ پوچھ
اپنا ہاتھ اور اس کا داماں تھا

ں تیرے لب پہ آئے ہمارے یہ آہ سرد
ساغر کے پیتے پیتے میں لب جم گئی شراب

آئینہ کیا دکھائے مشاطہ
آپ حیران اس کی صورت پر

یں تو میں وہاں وہی تو کوئی جا سکتا نہیں
آسماں سے کم نہیں ہے کچھ زمینِ کوئے یار

روزِ محشر الٰہی ہو کوتاہ
کہیں کھل جائے اسکی زلفِ دراز

آہ کو نزع میں بھی اتنا اثر باقی تھا
کہ لگا دی ملک الموت کے پر کو آتش

منہ مت بگاڑ تلخ کلامی سے اپنا تو
زاہد کبھی نہ ہو ویگی ہم سے شراب ترک

ہے عکسِ روے دلبر جلوہ افزائے نظر ہر
جہاں اک آئینہ خانہ ہے اپنی چشمِ حیراں میں

کھٹکتا ہوں رقیبوں کو گو کہ زار ہوں میں
تمھارے کوچے میں گویا عدو کو خار ہوں میں

صفا پسند یہاں تک ہے مشتِ خاک ابھی
موے پہ بھی کسی آئینہ کا غبار ہوں میں

بسانِ کاغذِ مسطر کھچیں گیں تن کی
یہ کھینچتا ترے نامہ کا انتظار ہوں میں

بے تکلف جو پڑے لوٹتے ہیں عاشقِ زار — کیا ترے سایۂ دیوار کو بستر سمجھے

توبہ کے ساتھ شیشے ہی کے یکجا ٹوٹ جائے — خاطرِ ساقی نہ ٹوٹے میری توبہ ٹوٹ جائے

رات لذت میں حرارتِ دل کا کیا ہووے جدا — خار ہیں ناخن ہمارے زخمِ دامن دار کو

ہے مشغلہ اختر شمری شبِ ہجراں — ستارہ شناسوں میں گنے جاتے ہیں ہم بھی

جب کیا نالہ یاد آیا صور — خوفِ محشر ہے شکرِ یزداں ہے

خیال اس لبِ خندان و زلف کا ہے ہمیں — ہنسی ہنسی میں گذرتی ہے رات بس اپنی

لوگ ہنستے ہیں میرے رونے پر — طفلِ اشکوں کو اک تماشا ہے

تابِ نظارہ کسے ہے کہ تری محفل میں — بے حجابانہ کوئی آکے مقابل بیٹھے

کشتۂ عشق کیا جلایا ہے — تم نے عیسیٰ کو مار ڈالا ہے

کیوں ہوتے ہیں غیر دیکھ کر خوش — رویا ہے جو یار پر ہنسا ہے

تن لاغر ہے ایک تنکا سا — اس کے چلمن میں باندھ دے کوئی

جی شبِ وصل ہی کے ساتھ گیا　　صبح کیا آئی موت آئی ہمیں

گو مستعد ہے نیمچۂ خوں فشانِ یار　　پر کیا کریں گے اپنے بدن میں لہو نہیں

خور ہے یہ وہمِ رُخِ تاباں ہمیں　　روزِ محشر ہے شبِ ہجراں ہمیں

اپنی خاکِ ناتواں بھی دور رکھتی ہے اثر　　آنکھ میں گرتی ہے جس کے وہ نظر آتا نہیں

تنگ تر ضعفِ جنوں میں ہے یہ اپنا احوال　　سینہ مور بھی مل جائے تو صحرا ہے ہمیں

روئیگا ایک جہان اے پیارے　　میرے رونے کو مت ہنسی سمجھو

آنے پاوے ہے کہاں خفگیٔ درباں ہم تک　　سنگِ دہلیز ہے دیوارِ سکندر ہم کو

گر اوج فلک کو غیر پہنچا تو کیا　　ہم زیرِ زمیں آسمان رکھتے ہیں

ہیں مسخر اس کے کیسے کیسے خود بیں خوبرو　　کم نہیں رتبے سے اسکندر کے جاہِ آئینہ

ملے ہے اس سے دادِ تشنہ کامی ہم کو مرتے دم　　دہانِ زخمِ دل لب تر زباں ہے آبِ پیکاں سے

ہات لذت میں خراشِ دل کا کیا ہوئے جدا　　خار ہیں ناخن ہمارے زخمِ دامن دار کو

چشم مست اُسکی دیکھکر عاشق — کہتے ہیں آج پھر خرابی ہے

کمتر تخلص منشی عبدالحکیم داماد شیخ غلام علی قاضی سورت محسوب بفضلائے سورت می شود در فنونِ علم دو فنون بسیار در معقول دستگاہ دارد و چون در معقول دستگاہ می داشت تمنا میکرد کہ مرداں او را مولوی می خواندند اما مردم علی الرغم او منشی گفتند داغ این معنی در گور با خود برد و اقسام خیالات داں بر فکر رسا و طبع ذکا آئینۂ ساں میکند وکتابے در احوال اولیائے دین تالیف ساختہ من افکارہ

فلک یہ کیسی گدرلی مسیح کی ہو گی — کہ نبض بیں ہیں یارب کوئی غریب نہ ہو
یہ طفلِ اشک بہک جاکے رازِ دل کہدیں — گراُن کے سر پہ مری آہ کا ادیب نہ ہو

حرف لام

لطف تخلص منشی لطف اللہ نام اصلش از ہند است سالہا ست کہ بسورت اقامت ورزیدہ بمد رسی سرداران دولتِ انگلشیہ عز و وقار افزودہ جوانِ ظریف و عاقل و در فنِ منشی گری کامل سیما در علمِ انگریزی دستگاہِ بلند دارد و از معززِ ملازمانِ نواب میر جعفر علی خاں بہادر است کلامش خالی از لطف نیست او راست

خانہ میں عصا فیر کے سیمرغ چھپے ہے — جب کھینچے ہیں ہم تیر کو آہِ سحری کے
سر سبز بیاباں ہے ترے دیدۂ تر سے — یہ لطف تصدق ہیں تری چشم تری کے

لطیف تخلص میر شمس الدین نام از سادات عالی نہاد سورت است نواب مصطفیٰ خاں شیفتہ در تذکرۂ خود نوشتہ کہ سیدِ مزبور اقامت در لکھنؤ ورزیدہ و ایں بیت بنامش ثبت کردہ تقلیداً از تذکرۂ نواب موصوف نوشتہ شد

گھر میں جا بیٹھ رہا اس سے خفا ہو تو لطیف — کیا ہی غصہ تری اس بات پہ آتا ہے مجھے

کیوں نہ وہ مست مجھ سے لے بوسے دل بھی شیشے کی ایک صورت ہے

گرمجوشی ہوئے غیروں سے جلیں رشک سے ہم کیوں تری گرمی صحبت سے نہ جی گھبرائے

توڑیں گے خوشی سے اسکو زاہد شیشہ ہے کسی کا دل نہیں ہے

رفعت کوئے یار بھی کیا ہے آگیا آسماں زمیں کے تلے

جذبۂ جوشِ جنوں میں نہ تھا تا سرِ عرش آسماں گو کہ بنے طوق مری گردن کا

نہ کیوں خاک اڑائیں تنگ صحرائے وحشت میں کہ ہم کو آسماں کی اک زمیں نو بنانا ہے

کچھ تو ہے رنج میرے مرنے کا قتل میں اس کو جو تامل ہے

آب بستہ ہے اپنی چشم پر داں اشکِ تر جو ہے آتشِ تر ہے

میں ہی حیران دیکھ وہ خطِ تراشیدہ ہیں آئینے کے ہات سے گویا کہ طوطے اڑ گئے

کب سخن کا لینے ہے آشفتہ طبعوں کو مذاق میرے مضموں کے سمجھنے کو بھی سمجھ چاہیے

کریم تخلص نواب عبدالکریم والی سچیں جدید و میاں حلاص از اینا انست

یار دیکھو مرا شرابی ہے آنکھ اس کی عجب گلابی ہے

دہانِ زخمِ دل کس کس مزہ سے تیر چوسے ہے　　　نمک میں کب مزہ ملتا ہے قاتل تیر پیکاں کا

نہ دیا اُس نے ایک ساغر بھی　　　دل مراحل کے بس کباب ہوا

پڑھوایا ہم سے نامۂ اعمال حشر میں　　　افسانہ اپنے عشق کا وہاں بھی بیاں ہوا

بہکا دیا تھا ہم سے سکندر نے اسکو جب　　　بر عکسِ رُخ پہ اس کے ٹھہری نظر نہیں

تو جو جانے نہیں دیتا ہے ہمیں اے درباں　　　تجھ سے شکستۂ دروازۂ خیبر سمجھے

مجروح تخلص میر فیاض الدین عرف بڑا صاحب جہین پسر میر غیاث الدین شایق
ہنگامِ اقامتِ سورت اصلاح از والدِ ماجد خود و در صورتِ بودو باشِ بڑودہ از سید
میر علی امیر اصلاح میکرد تیغ سخناں را آب میدہد و گویا درین فن ابن شایق ابن شایق۔

دل پہ مجروح اس کے ابرو سے　　　رحم پر زخم اور کھائیں گے ہم

مثلِ گل دامن ہوا رکھتا چاک ہے، دستِ جنوں　　　کس لئے پھر اس گریباں کو سلانا چاہیئے
ہر سحر بستر سے اُٹھ مثلِ نسیمِ صبحدم　　　بوستانِ کوچۂ جاناں میں جانا چاہیئے

مخلص تخلص سید غلام محی الدین ابن میر فقیر اللہ قادری ولدش از ثقات و
معززاہلِ سورت است از تازہ خیالانِ آں بلدہ است و باسید و میاں آخلاص مشورۂ
سخن می کرد و راست

زردی رنگ نے سنگِ سحاب کو طلا کیا　　　اکسیر کا ہے خاصہ اپنے غبار کا

حرف المیم

مائل[1] تخلص نقادهٔ خاندان رفعت و اعتلا زبدهٔ دودمان عزت و علا جامع خصائل رفیعه مستجمع اخلاق حمیده ذو النسب الرفیع و الحسب البدیع الموافق بتوفیقات ملک الاحد المؤید بتائیدات ملک الصمد صاحب المفاخر و المناقب سید حیدر صاحب کهین برادر سید چھوٹے صاحب المتخلص با حمد اگرچه طوطی خامه در داستان سرائی اوصاف حمیده و اخلاق پسندیده بی صدا است و کلک رنگین سلک در توصیف خوبی‌های ذاتی و صفاتی بجمرهٔ خجالت عاجزی یا در حنا بدیهه قلم را بدین تقریب باز داشتن و صفحهٔ اوراق را از این نگارش ساده گذاشتن ساده لوحی دانست نظر بران باظهار مجملی از احوال خجسته مآل سنت بر دیده و گوش سامعان حق نیوش می نهد صاحب موصوف از سادات عالی درجات است خاندان عالی شان الیشان نه بحدی مشتهر است که داعی تحریرش پردازد تولد و نشو نمادرین خجسته بلده بهروج است ذاتش سرمایهٔ متاع آفرین و دلش مخزن گنجینهٔ دانش بذل و سخا و غلغله در گور حاتم انداخته و علو همتش نام عالی همتان را پست ساخته سینهٔ بی‌کینه بصوب سعادت بر نور پیراسته و بتوفیقات هدایت آراسته صانعان قضا و قدر حسن ملیح را بایں خوبی پیرایهٔ جسم ساخته که مانی اندیشه را بهتر ازین نقشی بر صفحهٔ روزگار نساخته حاوی آداب عمیم و جامع اخلاق فخیم با برادر اتحاد دلی و نود و قلبی مسلوک در فارسی کامیاب پایهٔ بلند و نگهبانی صاحب دستگاه ارجمند چون مزاج شریفش مائل اشعار و راغب مذاق این فن است گاهی لب ملیح بیان را بشغل مضامین شیرین حلاوت آگین می فرماید

---

[1] میر مائل بعد اختتام این کتاب در دو شنبه بست و هفتم شوال ۱۲۷۰ه از عارضه هفت لعینت وداع رحم مردم میلاد رسید گویا تیا ستاره ریاست در رحانه ... بیماری در ریک و رقریت مرحوم معد الهیه میر حا ایمحق سد ...

علاجِ دل کو آئے تھے مسیحا سخت دُوسے — یہاں کیا ہو گیا وہ معجزہ حضرت سلامت کا

مشتاق تخلص نامش محمد حسین پسرِ شیخ داؤد واکثر مضامینش بشوخی شامل
طبعش بہزل و ہجو گوئی مائل از وست

نامہ اس غیرتِ بلقیس کا آیا ہم کو — اس پری رو نے سلیمان بنایا ہم کو

مشتاق تخلص قمر اسے قمر سخنوری و شعشعۂ نجم ہنرپروری سرآمدِ دقیقہ کیشانِ
باریک بین شیخ نجم الدین عرف میاں بابا از مشاہیرِ مشائخ زادگانِ این بقعۂ متبرکہ واز اولادِ
امام العادلین عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ بوالدِ معز زالیہ در وقتِ قیامِ عدالت بقلعہ کھیرہ خدمتِ
مولوی گری تفویض بودہ بغرض کہ عالی نژاد انجم تولدش از مشرقِ عدم بکشورِ وجود
درین بلدہ طلوع یافتہ تحصیلِ کتب درسورت کردہ و نحو د حدیث بخدمت حضرت
والدِ ماجدِ داعی احد نمودہ چون کاتبانِ ازل ذکاوتِ ذہن را بنامش نگاشتہ در
ہرفنون دستگاہِ شایستہ و مہارتِ پسندیدہ میدارد و قوتِ حلِ نظمیہ بسیار و
در نثر نویسی بار وزمرہ سرو کار ریاتا از مدوسن طبعش از دیگر فنون زیادہ تر مالوفِ
سخن بود در ہر روزِ آدینہ مکانِ خود محفلِ مشاعرہ آراستے و مصروف بدین شغل شدے
ہر مصرعش از نیشکر شیرین تر لبِ نے ل غیرت افزائے قندِ مکرر خیالش شاہد بیست از
نظرِ غیرِ محرم زیر نقاب و افکارِ روشنِ بیانش روشن تر از آفتاب ذاتش در فضل و کمال
یکتاست تعداد فضیلتش تا مہ محدود ناگزیر مشتاقانِ سخن را بہ تسویدِ مضامینش مسرور میسازد

دیکھکر چین بر جبین اس شوخِ غضبناک کو — کھل گیا جو کچھ لوشتہ تھا مری تقدیر کا

حسرتِ دل نکل گئی دمِ قتل — اپنا سر اُس کے پاؤں پر دیکھا

نازو انداز کا غلام ہوں میں — ایک بندہ ہے اور دو صاحب

رویا جو خیالِ لب و دنداں ہیں تمھارے　　سو لختِ جگر اشکوں کے شامل نظر آیا

نمایاں آستیں سے ساقِ سیمیں اس پری کی ہے　　گماں اک خلق کو فانوس میں ہے شمعِ روشن کا

محب تخلص نواب محمد ابراہیم خاں مبارز الدولہ نصرت جنگ خلف نواب عبد الکریم یاقوت خاں والی سچین من مضافاتِ سورت از امرائے نامی ایں نواح است باہلِ سخن محبِ صمیم و کریم ابن کریم ہنگامِ اقامتِ سورت ہموارہ رنگِ مشاعرہ بمکانِ فیض بنیانِ خود می ریخت و مشاہیرِ شعرائے سورت را تکلیفِ طرحِ غزل می نمودند صادرین و واردین را بحسنِ خدمت و اخلاق بہ صلہ و جائزۂ شائستہ پیش میاید صاحبِ دیوان فارسی و اردو و مثنویات اند ہذا من کلامہ

یار با سلسلۂ زلفِ دراز آتا ہے　　مژدہ اے دل کہ وہ دیوانہ نواز آتا ہے

مسیح تخلص میر ذوالفقار نام از ساداتِ بخاری ساکنِ بریلی مزاجِ سلیم و طبعِ حلیم دارد اکثر در مساحت و سیاحت حظِ زندگی دریافتہ بسیرِ اماکن و بلاد بسر بردگی عمر بسر میکند انقضائے چند سال است کہ در احمد آباد بانعقادِ مواخاتِ چند صاحبان مسکن مقرِ خود ساختہ اشعارش قلم خوردۂ میر کمال الدین حسین خاں کامل است من افکارہ

کیجیے سیر چرخِ چارم کی　　ہے یہاں تک مسیح دم اپنا

در پردہ تھا یہ مدِ نظر اس کو ورنہ جب　　معشوق بس میں ہو تو رقیبوں کا کیا چلے

مرہون تخلص مرزا عبد اللہ نام دہلوی اصل ملازمِ راجہ بروده پنجاہ سال است کہ انتقال از دارِ دنیا کردہ از ابیاتش بنظر میاید کہ سررشتۂ درست دریں فن داشتہ باشد دیگر حالش بسماعت نرسیدہ الحاصل از ارقامِ شعرِ مرہون سامعین را مرہونِ منت کردہ می شود

برہنہ پا جنوں لے چل وہاں دشتِ مغیلاں میں　　جہاں ہر خار کو دعویٰ ہو نشتر کی نیابت کا

تجھکو نہیں صنم جو مری چاہ ان دنوں — پروا نہیں مجھے تری واللہ ان دنوں
اس تندخو کی یاد میں مشتاق کیا کہوں — آندھی سے کم نہیں ہے مری آہ ان دنوں

آپ میں ایک دم نہیں رہتا — آپ جب مجھکو یاد آتے ہیں
مرغ دل اُن کے کیوں نہ دام میں آئے — اُڑتی چڑیا کو یہ پھنسا لیتے ہیں

فراق یار میں مشتاق اشارات میں رو یا — سحر روتے تھے ہمسایہ سبا پہنچے بام اور در کو

پھول دریا میں دیکھتا ہے کیا — لخت دل اور یہ چشم تر کو دیکھ
خوں روتا ہوں اور خبر ہی نہیں — اے میاں ایسے باخبر کو دیکھ
جلوہ یار ہر طرف کو ہے — بے خبر جا ہے جدھر کو دیکھ

اس چہرے پہ ہے زلف رسا اور طرح کی — باغ اور طرح کا ہے گھٹا اور طرح کی
یاد غم ہجراں سے یہ دل کیونکہ نہ مرجائے — گل اور طرح کا ہے ہوا اور طرح کی

حسرت عشق نے کیا کہئے ہزاروں بندے — قیس و فرہاد سے کر ڈالے ہیں آزاد کئی
گلرخوں سے کہو کس طرح بچے جاں اپنی — ایک بلبل کے جو پیچھے پڑیں صیاد کئی
کب فریبوں میں ترے آئیگا وہ اے مشتاق — کہ فریب اس بت عیار کو ہیں یاد کئی

دب کے مرجاؤں میں اب ہے یہ تن زار کا حال — گرد مشتاق اُٹھے پاؤں سے گر اس بت کے

روئے اتنا فراق میں تیرے   بیٹھے آنکھوں کو اپنی کھو صاحب
جائیگی کھل حقیقت سمجھ   تم ذرا باغ میں ہنسو صاحب

نرگسوں سے تیری یہ رو یا کہ اب نظر   آتا نہیں ہے یار سفید و سیاہ و سرخ

بات کرتا نہیں مجھ سے کوئی ہرگز ایسا   اس نے باندھا ہے عرضِ مجلسِ احباب میں بند

کب وہ خاطر میں مری لائے بھلا آٹھ پہر   آئینہ رہتا ہو جس آئینہ رخسار کے پاس

رازِ دل میرا یہ اظہار کرے ہے ہر بار   یا الہٰی لگے اس دیدۂ تر کو آتش

ہو لے نہ دے ہے وصل جو اس گلعذار سے   ہے جی میں پیدا کیجئے چرخِ کہن سے ربط
گل کھائے جو بدن پہ ہوں منظور آپ کو   مشتاق تو تو کیجئے اس گلبدن سے ربط

شکر کرنے لگے ہزاروں مرے   حال سے ہو کے سب غمیں واقف

اس کے مژگاں کے تصور میں کہوں کیا مشتاق   دل میں کھٹکے ہے مرے خار سا ایک ایک

عشق میں اس کے پھنسے ہیں اس طرح مشتاق ہم   جوں پھنسا ہو صید کوئی چنگلِ شہباز میں

لاش پر آکے وہ میری اس طرح کہنے لگا   کیا ہوا مشتاق کو جو ہوش میں آتا نہیں

صاحبِ طبعِ ذکا و فہمِ رسا است ذہنِ پاکیزہ و فکرِ بستہ می دارد چوں مزاجش را بجانب
شعرگوئی بیش از بیش است بارے مستقلِ سخن خود را می کند و اکثر باشتغالِ سخن
می پردازد و از جودتِ طبع در اکثر اوصافِ سخن فکرِ شائستہ می نماید غرض کہ کلامش
خالی از لطافت نیست و قابلِ توصیف و ذہنش باینقدر ذکا و طبعش باین مرتبہ رسا
کہ خیالاتِ رنگین از قلمِ مشکین بے دریغانہ تراوش میکند فہمِ این معنی بیشِ لطار گیاں
در سیاقِ کلام لاجرم مضامینِ دلکش او را ستو ید آوردہ می شود

اگر ہم سجدہ گہ اپنی کریں محرابِ مسجد کو — تو پھر ہے یار کے وہ ابروے خمدار کس باعث

میں جاں بلب ہوں ہجر میں اور تو کدھر ہے آج — اے مرگ میرے حال سے کیوں بیخبر ہے آج

جو قبر میں مری منکر نکیر آئے تو میں — یہ پوچھتا ہوں کہ لائے ہو یار کا کاغذ

بعد مردن کے صبا اب بھی تو لینے دے چین — اس کے کوچے سے مری خاک کو برباد نہ کر
ظلم یہ دیکھئے رات ہچکیاں آئیں اُس کو — تو خفا ہو کے وہ کہتا ہے مجھے یاد نہ کر

مستحیل آب یہاں آگ سے ہوتے دیکھا — آ سکے کون پھر اس دیدۂ خونبار کے پاس

تم جو کہتے ہو ہمیں لگتی ہے پانی میں آگ — پھر بھلا کیونکہ لگے دیدۂ تر کو آتش

نہ کوئی لوٹ کو جو اس بت سے ہے مرا اخلاص — ابھی ہوا ہے یہ کر کے خدا خدا اخلاص

کرڈالے ولیکن نہ جواب آیا محبوب | دروازۂ دلدار کی زنجیر کے ٹکڑے
جوں شیشہ گرے ہاتھ سے یوں اس نے کئے ہیں | نظروں سے گرا کر دلِ دلگیر کے ٹکڑے

ہے بہت مرگ و زیست میں جھگڑا | آپ آ کے اسے مٹا دیجے

محفل میں ہمیں آپ خجل کرتے ہو ہر بار | کیا کیجے فلک دور ہے اور سخت زمیں ہے
ہے بسترِ گل خار سے بدتر ہمیں مشتاق | جس روز سے وہ عیرتِ گل پاس نہیں ہے

چاہیے مت ہم سے رکھو ربط لیکن اے پری | عمر سے ہو رابطہ پر اپنے دل پر شاق ہے
مثل عنقا ہم نشینو اس پری رو کی کمر | گرچہ ہے معدوم لیکن شہرۂ آفاق ہے

ملّا فخر الدین مخاطب بعمدۃ التجار از اہل ثروت و نام آوران سورت بود معلوم شد کہ تخلص میکرد نظام الملک سطرِ شفقت او رامی دید چوں لعبر رد جاہ و دولتے کہ داشت فریفتہ شدہ با متصدی صورتِ مخالفت ورزید بناءً علیٰ ہذا ملائے موصوف اساس بنائے عمارتِ عالی نہاد نظام الملک از راہِ قہر و عتاب کنایتاً معرز الیہ ایں فرد نوشت شعر:۔
نہ تو بے گل کیا بلبل نہ تو لے باغباں اپنا | چمن میں کس بھروسے باندھتی ہے آشیاں اپنا
ملّا بمعذرت و عذر خواہی آمدہ در جواب نوشت شعر:۔
بلبل لے کس کی گنجائش چمن میں کیونکہ ہو | ایک تو صیاد تھا اور باغباں دشمن ہوا
ایں شعر بنامش مشہور است نوشتہ شد۔
صنم اب باغ میں ٹک لب تو کھولو | اگر ہم سے نہیں پھولوں سے بولو
مفتوں تخلص امیر صاحب نام پسر محمد صاحب سیدِ صحیح النسب از خاندانِ عالی نہاد ایں بلدۂ شریفہ تولد و نشو نما از ہمیں شہر است۔ در نوشت و خواندِ فارسی کامروا ست

بیراستہ و با وصافِ خوش کلامی و رنگیں مزاجی آراستہ واز راقم ہم اتفاقِ ملاقات دست دادہ واز شاگردانِ رشید میاں سنجو صاحب است از نتائج طبع اوست

سطروں میں پھر رہی ہے جو اک سرِ قدس کی شکل ۔۔۔ پردہ ہے اپنی چشم کا دامن سحاب کا

انگشت نما کیوں نہ مہِ نو ہو کہ اُس نے ۔۔۔ دعویٰ مرے خورشید کے ناخن سے کیا تھا

افراطِ شوقِ وصل نے کارِ عدو کیا ۔۔۔ آیا جو خواب میں وہ تو مجھکو جگا دیا

ہنستا عدو سے دیکھ اسے جوں شمع رو دیے ہم ۔۔۔ لے رشک تجکو آگ لگے جی جلا دیا

کھاتا ہے حیف حال پہ اب میرے بار بار ۔۔۔ شوریدگی نے میری یہ اُس کو مزا دیا

ہے ضعف گو یہ روز کہ وہم نسیم نے ۔۔۔ اس گل کا میرے ہات سے دامن چھڑا دیا

پرتو ہے جو ہر آنکھ میں خضرِ رہِ دیں کا ۔۔۔ جادہ ہے مرا تارِ نظر خلدِ بریں کا

صدقے مہ و حور تجھ پہ میں اے کانِ ملاحت ۔۔۔ ہے شور جہاں میں ترے حسنِ نمکیں کا

چاندی کے ورق بن گئے منظور یہ دو لب ۔۔۔ بوسہ جو لیا رات کو اس ماہ جبیں کا

دریائے اشک شب کو چڑھا تھا جو اوج پر ۔۔۔ گرداب ماہ تھا تو ہر اختر حباب تھا

جذبۂ عشقِ زلیخا نے بڑھائے دست و پا ۔۔۔ پیرہن آخر ترا اے ماہ کنعاں پھٹ گیا

مدد اسے ضعف ہے جو یا ملک الموت مرا ۔۔۔ مژدہ لے زیست کہ ہوں اسکی نظر سے غائب

بعد مردوں کے یہ سوزش دیکھنا　　استخواں میری ہما کھاتا نہیں
مت خفا ہو تو مرے آنے سے یار　　دل لئے آتا ہے میں آتا نہیں
ہم ہیں وہ صید زبوں صیاد بھی　　دام میرا ہنسے ہیں لاتا نہیں
عشق ہیں جوں کے اے مفتوں تجھے　　کون کہتا ہے کہ تو بکتا نہیں

مت مرا حال ناتوانی پوچھ　　ای پری اپنی تو کمر کو دیکھ

بھرے ہرگز نہ وصل یار سے دل　　اگر ہو خضر کی سی زندگانی

سر کعبہ جو ہوئے تو کافر ہوں　　یار کے در پہ جبہ سائی ہے

منیر تخلص محمد نام مرد کہن سالست ارچند ایام بہ نیابت قضا کھنبایت از سرکار نواب صاحب سرفراز اصلش از احمد آباد و از شاگردان حضرت سید احمد صاحب مرحوم بامرزا کا م بخش خلف مرزا سلیمان شکوہ تا دہلی گام سنج شدہ بودہ در فارسی نیز فکر میکند یادر است

نظر مہر ہو جس پر تری اے رشک قمر　　کب ہے چاہ ہو پھر یوسف کنعانی کی
بیوفائی کا تری شور تھا اک عالم میں　　تجھے دل ہم نے دیا اور یہ نادانی کی
طاق ابرو میں صنم کے کیا سجدہ جب سے　　کافر عشق ہوئے ترک مسلمانی کی

منظور تخلص نامش شیخ عبداللہ عرب نژاد است توطن و تولد در سورت دارد صاحب طبع دکا و فکر رسا است مثنوی جگر سوز کہ جگر سوزی را بکار بردہ و داد قابلیت دادہ از تصنیف اوست بالجملہ درین فن سلیقہ شائستہ و قدرت پسندیدہ دارد ست منظور نظر اہل انصاف و کلامش از اعتساف و اعوجاج صاف شاعر لیست بتہذیب اخلاق و مروت

نہ دے ہے بوسہ وہ بت اور نہ منہ سے دے ہے جواب   سحی سے شوم بھلا جس سے کچھ جواب ملے

دست رس تیرے پاؤں تک ہے اُسے   خوب منہدی یہ رنگ لائی ہے
شب کہاں جاؤگے اندھیرے میں   مسّی ہونٹوں پہ کیوں جمائی ہے
پاؤں آنکھوں سے اُس کے سہلانا   خوب خدمت یہ ہات آئی ہے

تیرا رونا ہنسی ہے اُس گل کی   دیکھی منظور آب روئیری

شبِ غم بیخودی ہے موت گھر گور   ہنیں مرغِ سحر کم نوحہ گر سے

مبارکباد دی بادِ صبا نے   ہمیں مارا جو اس نے ماذن سے

عبث دکھاتے ہو آنکھیں لبوں کو چوسونگا   پیونگا آبِ بقا میں شراب کے بدلے
لکھا لہو سے جو قاتل نے خط میں جان گیا   پیامبر مجھے لے چل جواب کے بدلے
یقین ہے اسے وہ ہوجائیگا خفا منظور   عدو سے ربط رکھوں اجتناب کے بدلے

کب سُنا اُس نے میرا افسانہ   تجکو ہم چشم خواب آیا ہے

حرف النون

ناداں تخلص شیخ عبادت حسین نام موطنش رام پور است در ایامِ طفولیت
دریں دربار آمدہ متعلق درسوارانِ راجہ دھرم پور شدہ واقعاتِ چند سببِ ترکِ ملازمت

باغ سے عندلیب ہے باغی　　دیکھ اس گلعذار کی صورت

جوں سرمہ ہو گئے رہ الفت میں خاک خاک　　تس پر بھی ہم سمائے نہیں چشم یار میں

لڑکپن میں بھی سودا عشق کا منظور تھا میرا　　کہ حرف لام کو میں زلف سمجھا تھا دبستاں میں

گرمیٔ حسن ہے جانسوز رہوں کیونکہ خموش　　بادزن لب تو نہیں ہے کہ ہلا بھی نہ سکوں

انتظار ایسا ہے جاناں کا کہ نرگس کی طرح　　بند ہوئے کبھی منظور نہ پائی آنکھیں

کہا کسی سے نہ طور ریا جو رزلف دراز　　برنگ شانہ زباں گو ہزار رکھتے ہیں
نہ جان آئینہ رویوں کی سادگی پہ کہ یہ　　وہ باصفا ہیں کہ پنہاں غبار رکھتے ہیں

ضعف ہے یک قلم جدائی میں　　سر ہے جوں خامہ خم جدائی میں

سوز ہجر چشم جاناں کو نہیں گریہ سے نقص　　آپ دیکھو آتش مے کچھ بجھا سکتے نہیں

رشتہ ہے اس پری کی جو زلف رسا کے ساتھ　　جوں دود شمع کشتہ ہیں نالے ہوا کے ساتھ
کرتی ہے قتل سادگی تیری لسان تیغ　　پرواز مرغ جاں کو ہے رنگ حنا کے ساتھ
دیکھو ہوائے شوق اجابت میں مثل خاک　　پہنچے ہم آسماں تلک اپنی دعا کے ساتھ
ناطاقتی ہے روبرو مجھے دم نہ دیجیئے　　اڑتا پھروں ہوں جنبش لب کی ہوا کے ساتھ

مجھے ہے دورِ قمر سے یہ ہو گیا ثابت — فلک نے چہرے پہ پھینکا ہے تیرے سارا چاند

ان کا دشوار تھا آنا پہ وہ آئے ہیں تو اب — مجھکو دشوار ہوا آپ ہیں آنا شبِ وصل

آئینہ چھوڑ خدا کے لیے اس بت کو ذرا — کوئی دم ہمکو بھی آنکھیں ہیں لڑانا شبِ وصل

محوِ آرائش اُسے سمجھے نخفؔت ہم نافہم — ہیچ تھا یار کی زلفوں کا بنانا شبِ وصل

اُس ہلال ابرو کے ہے جلوے سے گھر گھر چاندنی — ہو گئی اب سب کی نظروں میں مکدر چاندنی

کیا مجھی کو خاک میں ملنے کی ہے وہاں آرزو — خاک پر کرتی ہے اُس کوچے میں بستر چاندنی

وہ ہوا شب جلوہ فرما لے نخفؔت جو بام پر — تھا مگر غرہ و لیکن نکلی تیسر چاندنی

نصیری تخلص نواب امین الدین حسین خان مرحوم از امرائے نامی سرکارِ مہاراجہ بڑودہ بنا بر رعایتِ تشہیر ذکر محامدش احتیاج تسطیر ندارد در سنہ ثلاث و خمسین و مائتین بعد الف ماہ عمرش منخسف گردید وہم تاریخ انتقالش غروب ماہ یافتہ شد این شعر بنامش گوشزد یادگارانہ ثبت افتاد

وائے یہ گردشِ طالع کہ شب اس محفل میں — پہنچی نوبت جو ہماری تو سبو ٹوٹ گیا

حرف الواو

وحشت تخلص میر نظام الدین از مشاہیر ساداتِ و وظیفہ دارانِ قصبۂ اکلیسر من متعلقاتِ سرکارِ بھروچ بودہ در آغازِ جوانی سفرِ عرب وغیرہ ملک کردہ مدتی چند در نجفِ اشرف و کربلائے معلی و دیگر مزاراتِ شریفہ بسر بردہ چند سالست کہ این عالمِ فانی را وداع کردہ صاحبِ دیوانست دیوانش مطالعہ رسید اگرچہ از رسائی فکر بر اصنافِ سخن عبور نمودہ اما السطر زیرا سحر ہیچ صنف را نگفتہ معہذا اکثر مضامینِ

راجہ مزبور شدہ اکنوں در برودہ رفتہ بسیارے وقت شریکِ مشاعرۂ تازہ مشقان سورت می شد لہذا راقم حروف شناسائی دارد غرض ناداں مرد اناست از دست

بجز آہ و فغاں کوئی نہ اب مونس ہمارا ہے — ترا اے آہ بس اس دم فقط ہم کو سہارا ہے

نادرؔ تخلص میراماں اللہ نام از شعرائے قدیم سورت ہمعصر سید عبدالولی عزلت و عبداللہ شاہ تجرد بودہ در فنِ انشا مہارت کلی داشت عمرِ طویل یافتہ و کلامِ او بحکمِ نادر کالمعدوم کمیاب است از وراست

جب وہ پیارا ناز سے دامن کو ٹھکراتا چلے — دل بھی اسکے آگے آگے ٹھوکریں کھاتا چلے

نجفؔ تخلص ناشر خان آقا ابن مرزا محمد جان اصلش از سورت صاحبِ خلق و اخلاق است عند الملاقات بوضوح پیوست کہ خالی از تعریف نیست از خاندانِ فارس خاں است گاہے بفکرِ ریختہ می پردازد این شعر از اوست

دل ہی داغوں سے چمن ہو تو گلستاں کس کا — خار ہے ہرن مو تن پہ بیاباں کس کا

نجفؔ تخلص محمد شفیع نام عرف مرزا نجف خلفِ مرزا نواب از بنی اعمامِ آقا محمد حسین پادشاہی، دیوان بزرگانش از طرف بادشاہانِ دہلی بخدمت دیوانی زین البلاد احمد آباد سرفراز بودند و تاریخِ مرآۃ احمدی تصنیف یکے از اجدادِ اوست مولدش سند رکھنبایت و از تازہ مشقانِ انجا است این شعر از طبعش معلوم می شود و اشعارِ خود اعراض بر میاں سمجو صاحب می کند از وراست

باغ داغوں سے ہے بدن اپنا — آگ سے سبز ہے بدن اپنا

فیضِ وصفِ شہ نجف سے نجف — بس ہے دُرِّ نجف سخن اپنا

شمع اُس کو دیکھتے ہی خود بخود جلنے لگی — اُس کے حسنِ گرم میں طرفہ اثر پیدا ہوا

ہوشمند مخفی و محتجب نماند کہ محققان ایں فن را درحالِ او اختلاف است کہ آیا ولی از
گجرات است و یا از دکھن اما براقم آثم از زبانی ثقاتِ بلدۂ احمد آباد بہ ثبوتِ جناں
پیوستہ کہ شاعرِ مزبور از بلدۂ مسطور بودہ و سالہا بدکھن ہم گذرانید و از رسالہ نورالمعرفت
کہ تصنیفِ اوست مستفاد می شود کہ از شاگردانِ شاہ گلشن و مریدِ جنابِ معارف آگاہ
مخدوم العالم مولانا محمد نورالدین صدیقی السہروردی است و خطا کرد میر تقی میر کہ در
تذکرہ خود اورا از اورنگ آباد نوشتہ شاید بریں شعر اورا از دکھن خیال کرد فرد۔

ولی ایران و توراں میں ہے مشہور اگرچہ شاعرِ ملکِ دکھن ہے

اما گردہ کہ ولایتِ گجرات بہ نسبتِ دہلی و اکبر آباد سمتِ جنوب کہ ہندیان دکھن گویند
واقع است و او اول عہد فردوس آرامگاہ محمد شاہ در احمد آباد جان بجان آفریں سپرد
غرضکہ ایں خطا از فیض بہارِ کلامِ رنگینش سر رشتۂ انصاف از دست
نباید داد قطع نظر از محاورۂ ایشاں نظر بر علو رتبہ مضامینش باید داشت نقل است
کہ روزے در محفلِ سخن طرازانِ نکتہ پرداز و نکتہ پردازانِ بذلہ طراز ایاغ رحیق توصیفِ
محمد ولی در گردش بود شخصے از کیفیتِ ایں بادہ نا آشنا زبانِ طعن بہ محاورۂ ولی دراز
کرد سانحِ کج آہنگی را ساز کردہ یکے ازاں مجمع بدیہتہً ایں مصرع خواند ع

ولی پر جو سخن رکھے اسے شیطان کہتے ہیں

طاعن منفعل و حضرات خوش دل شدند اگرچہ نواب مصطفیٰ خاں شیفتہ و اعظم الدولہ
سرور ذکر ولی را در تذکرہ خودہا یاد کردہ مگر ولی از استادانِ مسلّم و شاعرِ قدیم
ایں بلاد است دفعتہً از کوالیفش سرمہ بنائے خامۂ سخن خاک در چشمِ انصاف سخن
است لہٰذا ایں چند اشعار محمد ولی کہ مطابقِ روزمرۂ حدیدِ گجرات است از دیوانش
انتخاب کردہ شد

نجاؤں صحنِ گلشن میں کہ خوش آتا نہیں مجکو بغیر از ماہرو ہرگز تماشا ماہتابی کا

دیگران یافتہ شد اشعار سنکو خواندے مدتِ تمام این دو شعر از دیوانش برگزیدہ و درین اوراق انتقاط گردید۔

کر دیا بیمار کی الفت نے جی یہانتک ملول | دردِ دل اظہار در پیشِ طبیباں ہو گیا

تیری باتوں کا ہے یہ دل مشتاق | جی میں آوے سو توں سنایا کر

صبح سے شام تلک شوخ کے در کے آگے | سیکڑوں ٹھوکریں کھائیں یہ سر کے آگے

وحید تخلص نامیست شیخ وحید الدین خلف شیخ رحیم الدین از اُستادان نامآور احمد آباد بودند بہمین تخلص خود در تدریسِ فارسی وحیدِ وقتِ خویش بودند وداں شہر کم کسے باشد کہ نسبتِ شاگردی ازاں مغفور نداشتہ باشد مدتِ مدید صرف یا محتاج از سرکار حضرت قاضی محمد صالح قدس سرہٗ میر سید عصمۃ پنج شش سال است کہ جہانِ گزراں را وداع فرمودہ ماحصلہ صاحبِ اوصاف و اخلاق بودند فقیر ہم وقتِ اقامت بہ احمد آباد بخدمتِ شریفش تحصیلِ فن فارسی میکرد اگرچہ فقیر در ہنگامِ اکتسابِ علمِ فارسی ذکر از کارِ سخن فرمودنِ آں مرحوم نشنیدہ الغتہ کہ در فارسی کلامے می گفتند اما بعضے احباب چند ابیاتِ طبع زادِ ایشاں بطریقِ ارمغاں فرستادند درین یک بیت اکتفا کردہ یادگار انہ ثبت افتاد و آں این است

یہ ہم پہ گردشِ گردوں سے جو ہوا سو ہوا | تو اپنے دل میں نہ آزردہ ہو ہوا سو ہوا

ولی تخلص محمد ولی نام مولدش احمد آباد و مدفنش ہم ہماں بلدۂ خجستہ بنیاد و مدفنش مابین مزار موسیٰ سہاگ و شاہی باغ اول کسے کہ آئینۂ سخنِ ہندی را بہ صیقل گری نظم جلا بخشید و ریختہ را بگوہری بلاغت لشانید ہمیں است درین باب سرگردہ و مقدمۃ الجیشِ جمیعِ شاعرانِ ہند و گجرات است بر ضمائرِ انجم نظائرِ ناظران

غنچے کے سر کو دیکھ گریباں میں عندلیب — بولے حضورِ خلق ہے یہ انفعالِ محض

عالم کی دوستی سے ہے نفرت ذکی کو بس — ہر آشنا کے دم سے گریزاں ہے جوں چراغ

لطیفہ وقت ہے پر زیبِ بحثِ محفل ہے — سدا گلاب میں ہرگز نہیں ہے بوئے لطیف

لبِ دلبر پہ جلوہ گر ہے خال — حوضِ کوثر پہ جوں کھڑا ہو بلال

معشوق کو ضرر نہیں عاشق کی راہ سے — بجھتا نہیں ہے بادِ صبا سے چراغِ گل

صنم کے لعل پہ وقتِ تکلم — رگِ یاقوت ہے موجِ تبسم

راہِ مضمونِ تازہ بند نہیں — تا قیامت کھلا ہے بابِ سخن
شعر فہموں کی دیکھ کر گرمی — دل ہوا ہے مرا کبابِ سخن

گریۂ عشاق سے خنداں ہے باغِ بزمِ حسن — مغزِ پروانے سے روشن ہے چراغِ بزمِ حسن

خوبیٔ اعجازِ حسنِ یار اگر انشا کروں — بے تکلف صفحۂ کاغذ یدِ بیضا کروں
رات کو آؤں اگر تیری گلی میں اے حبیب — ورد پر لب ذکرِ سبحان الذی اسریٰ کروں

فدائے دلبرِ رنگیں ادا ہوں — شہیدِ شاہدِ گلگوں قبا ہوں

پری رو کو اٹھانا نیند میں بیجا ہے اے عاشق ‌ ‌ ‌ عجب کچھ لطف رکھتا ہے زمانہ نیم خوابی کا

بوالہوس رکھتے ہیں دائم فکر رنگ عاشقاں ‌ ‌ ‌ ہے ہوس کے سد الس دل میں تدبیر طلا

کان کوئی ہے اس کمر کا پیچ ‌ ‌ ‌ جگ نے اس کو سر کلام کیا
باعث نشّہ دوبالا ہے ‌ ‌ ‌ حسن صورت کے ساتھ حسن ادا
ماہ نو اس بھووں پہ کر کے نظر ‌ ‌ ‌ سوئے مغرب چلا ہے رو بقفا

سخن صاحب سخن کا سنکے ملنے کی ہوس مت کر ‌ ‌ ‌ جواہر جب ہوئے حاصل تو پھر معدن سیں کیا مطلب

جو مواد نغ عشق میں اس کے ‌ ‌ ‌ تختۂ لالہ سے کرو تابوت
اے ولی سبزۂ خط دلبر ‌ ‌ ‌ خوش نمائی میں ہے خط یاقوت

کیا ہے دفع مرے درد سر کو رو لگنے نے ‌ ‌ ‌ ہوا ہے حق میں مرے خون دیدہ صندل سرخ

سخن شناس کی مجلس میں کم نہیں زر زید ‌ ‌ ‌ کسی کے مطارب بگیں کو جو کرے ہنر ہمید

مجکو پہنچی اس شکر لب کی خبر ‌ ‌ ‌ حق سنکر جو رے کو دیتا ہے شکر
راست کیشوں سے اے کماں ابرو ‌ ‌ ‌ کج ادائی نہ کر خدا سے ڈر

ہوں گرچہ خاک راہ ولے از رہ ادب ‌ ‌ ‌ دامن کو تیرے ہاتھ لگایا نہیں ہنوز

اولاً ریحان و آخر لالہ رنگ ظاہرا برگِ حنا شمشیر ہے
کعبۂ فتح و ظفر میں اے ولی شکلِ محراب دعا شمشیر ہے

غم نہیں مجنوں کو ہر گز اے ولی خانۂ زنجیر اگر آباد ہے

آج ہر گل لور کی فانوس ہے کوہ و صحرا صورتِ طاؤس ہے
اے صنم تیرے دہن کے شوق میں ہر کلی میں نغمہ و ناقوس ہے

سرو کی وارستگی پر کر نظر تو اے ولی باوجودِ خود نمائی کسقدر آزاد ہے

چہرۂ گلرنگ و زلفِ موج زن خجلی میں بس آیتِ جنات تجری تحتہا الانہار ہے

کیا تری زلف کیا تری ابرو ہر طرف سے مجھے کشاکش ہے

کیا کروں تفسیرِ غم ہر قطرہ اشک رازکے قرآن کا کشاف ہے

دودِ آتش بنا ہے سرمۂ چشم داغِ دل دیدۂ سمندر ہے
سادہ روہیں ہمیشہ با عزت آب دایم محیط گوہر ہے
اے ولی کیا ہے حاجت قاصد
نامہ میرا پیر کبوتر ہے

کیا ہے ترکِ نرگس کا تماشا　　طلبگارِ نگاہِ ما حیا ہوں

کرے غم سے صد برگ صد پارۂ دل　　دکھاؤں اگر چہرۂ زرد کو
رکھا اس دہن کی صفت میں ولی　　ہر ایک فرد میں جوہر فرد کو

جو ہو آزارِ عشق سے آگاہ　　وہ زمانہ کا فخرِ رازی ہے

اے دل شتاب چل کر تماشہ کی بات ہے　　بیٹھا ہے آفتاب نکل آفتاب میں

جا کے پہنچی ہے حدِ ظلمت کو　　بس کہ اُس زُلف میں درازی ہے
تجربے سے مجھے ہوا ظاہر　　نازِ مفہومِ بے نیازی ہے

نہ وہ بالا نہ وہ بلائے بلا ہے　　بلائے عاشقاں ناز و ادا ہے

گر تجکو ہے عزمِ سیرِ گلشن　　دروازۂ آئینہ کھلا ہے
اک دل نہیں آرزو سے خالی　　ہر جا ہے محال اگر خلا ہے

دیکھ اس کی کلاہِ بارانی　　چاند پر آج ابر آیا ہے

تختِ دل پر خط لکھا ہے یار کو　　داغِ دل مہرِ سرِ مکتوب ہے

تا نسیمِ ہوای این غنچهٔ تمنا ریان و تازه نظارگیانِ دشوار پسند داشند که این چمن دوشیزگانِ معنی
اند که از نهانخانهٔ فطانت بر ارایک فصاحت جلوه گستر شاق در منند فهمند که این چه شاهدیست
رعنا که از پرتوِ انوارِ جمالش دیدهٔ ژرف نگاهانِ فراست ارجمند منور **بیت**

زین مبارک نامه کز وی زینتِ عالم بود — دوستان را شادمانی دشمنان را غم بود

خریطهٔ مملو از جواهرِ فصاحت و لواقیتِ بلاغت در سلکِ گوهر شناسانِ باریک بین گذرانیدم
و مقالات مع حالاتِ سحر کیشانِ طبعِ وقادِ این نظم که درین دیارِ خلد آثار نوشته نشده بر صفحاتِ
شمسی و قمری عالم یادگار گذاشتم **فرد**۔

یارب بکن این صحیفه ام را — مقبولِ طبایعِ سخن دال

بحمد الله تعالی اولاً و آخراً علی ما وفق من تسوید هذه الصحیفة واختتام الاوراق نصلی و
نسلم علی رسوله صاحب المعراج والبراق وعلی آله واصحابه المکارم والاخلاق وجمیع المسلمین
لیس من البدعة والنفاق

قطعهٔ تاریخ لمؤلفه

چونکه فائق تمام این مخزن — هست مملو ز لولوی لالا
ملهم غیب گفت تاریخش — خوش کتاب است مخزن شعرا
۱۲۶۸

قطعهٔ تاریخ از طبع زاد افصح زبان میان سجو صاحب

هست چه این نسخه رو سرگی نقطها ش — چون ورقِ انفعال در پیش آمده
حمرهٔ خجلت به نسبت برخِ گلش از و — هر چمن را ز موج جبین تحسین آمده
چادرِ مهتاب هست هر ورقِ این کتاب — معنی روشن درو ماهِ مبین آمده
تذکرهٔ فائق است خوب ترین تذکره
سالِ تمامش از این خوب ترین آمده
۱۲۶۸

حرف الہا

ہمرنگ تخلص میر عزیز اللہ نام مزارش در بمبئی واقع است دیگر حالش بوضوح نہ پیوستہ کہ در چہ رنگ بودہ ہذا من افکارہ

وہ قاتل مست مے اور موج غمزہ ستاں تھا ۔ بچا یا حق نے ورنہ آج یہ ہمرنگ بسمل تھا

جوں گرد راہ چلنے میں دامن سے لگ گیا ۔ گو تو سفر میں مجھکو نہ ہمراہ لے گیا

حرف الیا

یعقوب الموسوم یعقوب علی خاں خلف محمد علی خاں ارطائفۂ افاعنہ پدرش ار بلدۂ رام پور آمدہ در سرکار گائیکواڑ متعلق گردیدہ بحفاظت وحراست قصبۂ ڈبھوی مامور شدہ وے دریں نواح تولد و نشو نما یافتہ بعد فوت پدرش والی بڑودہ حاکمے کہ برائے والدش بود برادسلم داشت در فارسی و گجراتی مہارت شائستہ دارد خصوص در موسیقی بلند آوازہ ار راقم تعارف جاری است ہمیں کلامہ

یعقوب نہ کیوں رکھے عزیز اس کی گلی کو ۔ یوسف سے ہزاروں ہی جہاں بس نظر آئے

خاتمہ

الحمد للہ کہ ایں سواد شیریں مقال ربور اختتام پوشید و سرمۂ حسن تمام در چشم کشید کہ بصد بار و کرشمہ نقاب از رخ برکشود و سرمایہ سرور دل منتظراں فرد یکساں دوراں و دفعی اوراق چند جمع آمد کہ شاہدان حادو طراز حروف لسحر پردازی و کرشمہ سنجی تسخیر دل تماشائیان خردیدہ ور نمودہ و مابین سطورش حسنہ ایست شیریں کہ تشنہ سیاں فرہاد منش را سیراب امید ساختہ جہانش را منزلت معراج کمال محصل و شوق رانقش آرزو زیب صفحۂ دل حمینے است پرار گلہائے دقائق شگفتہ

برنگینیٔ نظم و نثر بردہ سبق برگلبنِ بہارِ فردوس
اگر اہلِ جہاں ببینند ایں را بناخوبی کنند اقرارِ فردوس
لبِ اہلِ سخن در سالِ افتاد
بایں بستاں فداگلزارِ فردوس
۱۲۶۸

ولہ تاریخ ثانی

بہ فکرِ عالی سے فائق کی جب محب تذکرہ اک بذیرائے طبع
کھے تو نہیں تذکرہ بلکہ یہ ایک گلستاں ہے جس سے کہ کھل جائے طبع
وہیں شوق نے فکرِ تاریخ کر کے
کہا گلستِ فرحت افزائے طبع
۱۲۶۸

تمت ہذا تذکرہ تاریخ شانزدہم شوال المکرم روز جمعہ سنہ ہزار و دو صد و ہفتاد
من ہجرۃ المبارک در سد کھرج بالتمام رسید کاتب
و مولف دمالک نذیر ایکے ہست

عبارتے کہ جناب مرزا اسد اللہ خاں صاحب بعد مطالعۂ ایں اوراق و اصلاحِ آں تحریر فرمودہ برائے یادگارے تحریر می شود

مخدوم و مکرم حضرت قاضی محمد نور الدین حسین خاں بہادر کی خدمت میں عرض ہے کہ برخوردار مرزا شہاب الدین خاں بہادر نے یہ اجزا مجکو دیے نظم سے میں نے بالکل قطع نظر کی۔ کامل صاحب کی نثر جو آغاز میں ہے اس کو بھی نہیں دیکھا صرف آپ کی نثر کو دیکھا اور اس کو موافق حکم آپ کے بعض جا درست کر دیا۔ بعض موقع پر منشائے اصلاح بھی لکھ دیا ہے۔ مجکو یہ یارا نہیں کہ آپ کی نثر میں دخل کروں

ولہ تاریخ ثانی

اک میرے مہربان فضیلت شعار ہیں — جن کی تمیم رلعت سے گجرات ہے نثار
ہے قلعۂ بھروچ کہ اس سے کلہ فراوج — وہاں نربدہ کو فخر ہے پابوسی حصار
یوں مسندِ قضائے شریعت کو اُن سے زیب — جوں آسماں کو مہر سے ہے نور و افتخار
لے درسِ شمسِ بازعہ کا اس سے آفتاب — بیضاوی سحر کو پڑھے اُن سے روزگار
ہے نورِ دینِ احمدِ مختار ان کی ذات — ہے ان کے نامِ نامی سے معنیٔ آشکار
اس بحرِ حلم و علم کی آئی جو جی میں لہر — کی موج خیز طبعِ رواں کو جو ایک بار
گجرات کے لکھا شعرا کا یہ تذکرہ — کیا تذکرہ خزینۂ دُرہائے آبدار
کی اُن نے شاعروں کو حیاتِ ابد عطا — خضر و مسیح سے بھی نہ ہوتا کبھی یہ کار
سمجھو میں اس کو کیوں نہ کہوں گلشن بہشت — ہوگا کبھی خزاں کا ہیں اس میں دخل بار
ہے اس کا ہر ورق ورقِ گل سے بھی فزوں — کھٹکے کسی کو اس میں نہیں کوئی ایسا خار

گدرانہ چاہیئے سرِ انصاف سے یوں ہیں
تاریخ مصنفہ ہے عیاں باغ نو بہار
۱ ۲ ۶ ۸

قطعہ تاریخ از شیخ نجم الدین مشتاق

ہمہ بستان گلہا راحرال است — نہ ایں معنی است در عالم نہفتہ
ولے ایں محرنِ شعرائے فایق — نہ باغ است بلکہ مروارید سفتہ
پئے ایں بحر ال گلدستہ تاریخ
چمن گمتا گل تازہ شگفتہ

قطعہ تاریخ از میر عباس علی شوق

برِ مجموعۂ رنگینِ فایق — خنک گوئی کہ شد بازار فردوس

بمفحوائے الامر فوق الادب حکم بجا لایا ہوں۔ مرحبا آفریں بخدا خوب نثر لکھی ہے اللہ سبحانہ آپ کو مدراج اعلیٰ کو پہنچاوے اور سلامت رکھے۔

مرقومہ دوشنبہ ۱۴ جولائی ۱۸۶۲ سنہ عیسوی
خوشنودی احباب کا طالب
غالب

Anjuman-i-Taraqqi-e-Urdu Series No 71

Makhzan-i-Shuara

A Biographical Anthology of Urdu Poets of Gujrat

by

QAZI NURUDDIN HUSAIN KHAN RIZVI FAIQ

Edited by

MOULVI ABDUL HAQ B A (ALIG)

Printed at the Jamia Press, Delhi

1933